قانونی انتباہ مصنف سے تحریری اجازت کے بعد اس کتاب کی اشاعت کی اجازت ہے

کتاب	:	میاں بیوی آپس میں کیسے رہیں؟
مؤلف	:	**مولانا غیاث أحمد رشادی**
صفحات	:	......۵۰......
پہلا ایڈیشن	:	جنوری ۲۰۰۲ء نومبر ۲۰۰۵ء اپریل ۲۰۰۶ء
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
کمپیوٹر پروسس	:	محمد مجاہد خان فون:9985359583
قیمت	:	Rs.15/- روپئے

ناشر

مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ-۶۷۵

واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-انڈیا-فون:24551314

ویب سائٹ:www.rashadibooks.com

ای میل : rashadibooks@reddif.com

ملنے کے پتے

- مکتبہ سبیل الفلاح ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر اسوسی ایشن، رجسٹرڈ نمبر-۶۷۵،
  واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد-انڈیا-فون:24551314
- ھدیٰ ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی روڈ، حیدرآباد-
- ہندوستان پیپر ایمپوریم مچھلی کمان، حیدرآباد-
- کمرشیل بک ڈپو، چارمینار، حیدرآباد-
- دکن ٹریڈرس، مغل پورہ، حیدرآباد
- فرید بک ڈپو، دہلی، ممبئی، مدراس
- کلاسیکل آٹوموٹیو، 324 C.M.H. Road، اندرانگر، بنگلور-
- محمد مجاہد خاں، اکبر باغ، ملک پیٹ، حیدرآباد، فون:9985359583

فہرست مضامین

- پہلی بات
- ایک سواری کے دو پہیے
- حقوق طلبی نہیں حقوق کی ادائیگی
- عورتوں کا بھی حق ہے
- مرد حاکم ہیں
- مرد کے حاکم ہونے کی وجہ
- محنتوں سے گھر چمن بنتا ہے
- تقویٰ کی طاقت
- مرد اور عورت
- تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی
- اختلاف شروع کیوں ہوتا ہے؟
- قوت اور حسن پر ناز
- غصّہ کے وقت خاموشی
- موافقت اختیار کریں
- رشتہ داروں کا احترام
- حضور ﷺ کی ہدایات
- عیبوں کو چھپائیں
- بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو
- بیوی کو یہ اختیار ہے
- بیوی کے چار حقوق
- اچھا آدمی کون ہے؟
- حضور ﷺ بہترین شوہر بھی ہیں
- بیویوں کے درمیان انصاف
- بیوی شوہر کو خوش رکھے
- شوہر کے تین حقوق
- بیوی ہو تو ایسی ہو
- عورت کیلئے مختصر نصاب
- شکوک وشبہات کے مضر اثرات
- دوسری کا رشتہ
- چند دن کا مہمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی بات

انسان کی زندگی مختلف رشتوں سے جڑی ہوئی ہے، اس زندگی میں حسب نسب کے بھی رشتے ہیں، سسرالی رشتے بھی ہیں اور روحانی رشتے بھی، قریبی رشتے بھی ہیں اور بعیدی رشتے بھی، کوئی کسی کا باپ ہے کوئی کسی کا بیٹا، کوئی کسی کا چچا ہے کوئی کسی کا بھتیجا، کوئی کسی کا ماموں ہے کوئی کسی کا بھانجا، کوئی کسی کا دادا ہے کوئی کسی کا پوترا، کوئی کسی کا نواسا ہے کوئی کسی کا نانا، کوئی کسی کا ہمزلف ہے کوئی کسی کا سمدھی، کوئی کسی کی بھاوج ہے کوئی کسی کی نانند، کوئی کسی کی نانی ہے کوئی کسی کی نواسی، کوئی کسی کی پوتری ہے کوئی کسی کی دادی، کوئی کسی کی بھتیجی ہے کوئی کسی کی بھانجی، کوئی کسی کی سالی ہے کوئی کسی کا بہنوئی، کوئی کسی کا بھائی ہے کوئی کسی کی بہن ان سارے رشتوں کا چلن دنیا میں ہے، لیکن ان تمام رشتوں کی بنیاد کس رشتہ پر ہے اس پر بھی تو غور کرنا چاہئے، جس طرح عمارت کی چھت دیواروں، کھڑکیوں، دروازوں اور فرش گھر کی بنیاد پر قائم ہے، بالکل اسی طرح مذکورہ رشتوں کی بنیاد ایک ایسے رشتہ پر ہے جس رشتہ کے بغیر ان سارے رشتوں کا تصور نہیں کیا جاسکتا، وہ بنیادی رشتہ **''میاں بیوی''** کا رشتہ ہے، رواج اور چلن کے اعتبار سے بھی اور تاریخ کے اعتبار سے بھی......

اب آپ تھوڑی دیر کیلئے میاں بیوی کے حساس، نازک اور بنیادی رشتہ کو دنیا سے نکال دیجئے اور اب غور کیجئے کہ کیا میاں بیوی کے اس رشتہ کے بغیر کوئی رشتہ دنیا میں باقی رہے گا، اگر کوئی کسی کا بھائی ہے یا اگر کوئی کسی کی بہن ہے تو ان دونوں کے بھائی بہن بننے میں مرکزی کردار جس رشتہ نے ادا کیا وہ ان کے ماں باپ کے درمیان میاں بیوی کا رشتہ ہے، اگر دو بھائی بہن اسی رشتہ پر جمع ہیں تو اسی وقت جب کہ ان کے ماں باپ میاں بیوی کی حیثیت سے یکجا ہوئے، اسی طرح دیگر رشتوں کا بھی معاملہ ہے اور تاریخی اعتبار سے بھی آپ غور کریں تو یقین کے ساتھ آپ فیصلہ کریں گے کہ واقعی تمام رشتوں کا دارمدار اور بنیاد اسی نازک رشتہ پر ہے۔

دنیا میں کوئی رشتہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی انسان تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا گیا اور یہ دونوں سب سے پہلے جس رشتہ میں بندھے گئے وہ یہی رشتہ ہے جس کو ''**میاں بیوی**'' کا رشتہ کہتے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے میاں بیوی بننے سے پہلے نہ باپ بیٹے کا رشتہ تھا نہ ماں بیٹی کا رشتہ، نہ چچا بھتیجے کا رشتہ تھا، نہ ماموں بھانجے کا۔

معلوم ہوا کہ دنیا میں سب سے پہلا رشتہ جو قائم ہوا وہ میاں بیوی کا رشتہ ہے کہ میاں بیوی اسی رشتہ کی بنیاد پر ازدواجی زندگی گزارتے ہیں اور یہیں سے دیگر رشتوں کا ایک طویل سلسلہ چل پڑتا ہے، اسی ایک رشتہ سے ایک خاندان دوسرے خاندان سے مربوط ہوتا ہے، ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے متعلق ہوتا ہے، ایک کنبہ دوسرے کنبہ سے جڑ جاتا ہے، ایک برادری دوسری برادری سے مل جاتی ہے، جس رشتہ کی بنیاد پر خاندانی نظام چل پڑتا ہے اس رشتہ کو چھوٹی چیز سمجھنا نادانی کی بات ہوگی۔

مشاہدات اور تجربات گواہ ہیں کہ نکاح کے ذریعہ ایک اجنبی لڑکا اور ایک اجنبی لڑکی ایک ہی لڑی میں پروئے گئے تھے، اور ازدواجی زندگی کے سفر کا آغاز کیا تو طرفین کے خاندانوں کے سینکڑوں افراد ایک دوسرے سے متعارف ہوگئے، ایک دوسرے سے گھل مل گئے اور تعلقات اور باہمی محبت کا ایک سلسلہ چل پڑا، ظاہر ہے کہ یہ ساری محبتیں ان دونوں کی محبت والفت پر موقوف ہیں، اگر ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان تعلقات اچھے ہیں تو ان سب کے تعلقات بھی اچھے ہیں اور اگر اتفاق سے میاں بیوی کے درمیان تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوگیا یہاں تک کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی تو پھر وہ افراد جو اس رشتہ کی بنیاد پر یکجا ہوئے تھے بکھر جاتے ہیں اور ان دونوں کی جدائی ان سارے افراد کی جدائی کا سبب بن جاتی ہے۔

جب یہ رشتہ اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ اس رشتہ کی بنیاد پر سینکڑوں افراد کو ایک کیا جاسکتا ہے تو اس رشتہ کو ایک نعمت سمجھنا چاہیے اور دونوں (میاں بیوی) کو اس بات کا احساس رکھنا چاہیے کہ ہم اس رشتہ کو مضبوط اور مستحکم بنائیں گے اور اپنی اخلاقی کمزوری کے ذریعہ اس

رشتہ میں دراڑ پیدا نہیں کریں گے،اگر یہ جذبہ ہر میاں بیوی کے درمیان پیدا ہوجائے تو مسلمانوں کے درمیان موجود نوے فی صد جھگڑے ہی دفن ہوجائیں گے اور مسلمانوں کو نوے فی صد جھگڑوں سے نجات مل جائے گی۔

عرصہ دراز سے اس موضوع پر کچھ لکھنے کا ارادہ اسی لئے ہورہا تھا کہ تمام اخباروں میں جرائم وحادثات کے کالم میں میاں بیوی کے آپسی جھگڑوں کے معاملات بڑھتے جارہے ہیں، دارالقضاء اوردارالافتاء میں نوے فی صد مقدمے ازوادجی زندگی سے متعلق آرہے ہیں، گلی کوچوں اور چوراہوں پرمیاں بیوی کے آپسی تکرار کی آوازیں سنی جارہی ہیں اسی جھگڑے کی وجہ سے میاں بیوی کے خودسوزی یا خودکشی کے حادثات میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

اللہ کرے کہ یہ چھوٹی سی محنت میاں بیوی کے درمیان تعلقات کےخوشگوار ہونے کا ذریعہ بن جائے اور جن کے درمیان تعلقات میں بگاڑ وفساد ہے وہ اس کتاب کے ذریعہ دور ہوجائے،اوراحقر کیلئے یہ محنت ذخیرہ آخرت بن جائے۔(آمین)۔

غیاث احمد رشادی

۶/رجبؒ،۱۴۲۲ہجری

میاں بیوی ایک سواری کے دو پہیے ہیں

لفظ انسان صرف مرد یا صرف عورت کیلئے رکھا نہیں گیا ہے بلکہ انسان ہونے میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں، اگر کوئی تنگ نظر مرد عورت کو انسانیت کے دائرہ سے خارج کوئی چیز سمجھے گا تو اس کو ایک نادان، کم عقل اور کم ظرف مخلوق کہا جائے گا، اسی طرح اگر کوئی تنگ نظر عورت مرد کو انسانیت کے دائرہ سے خارج کوئی چیز سمجھے گی تو اس کو بھی ایک نادان، کم عقل اور کم ظرف مخلوق تصور کیا جائے گا، اس لئے کہ زندگی کا حقیقی نظام صرف مرد پر یا صرف عورت پر موقوف نہیں ہے بلکہ زندگی کے نشیب وفراز، عروج وزوال میں ہمیشہ مرد اور عورت برابر کے شریک رہے ہیں، مرد اور عورت زندگی کے گزارنے میں ایک دوسرے کے حلیف ہیں حریف نہیں، گھریلو کام کاج میں مرد وزیر خارجہ ہے اور عورت وزیر داخلہ ہے، خاندانی نظام میں مرد کی محنت کا ایک الگ میدان ہے اور عورت کی محنت کا ایک الگ میدان ہے، ازدواجی زندگی میں مرد کی اپنی چند اہم ذمہ داریاں ہیں اور عورت کی اپنی چند اہم ذمہ داریاں ہیں، زندگی کے اس بھاری بوجھ کو کسی ایک پر نہیں بلکہ دونوں پر ڈالا گیا ہے، اور دونوں پر ہی اس بوجھ کو سنبھالنے کی ذمہ داری ہے۔

ازدواجی زندگی ایک ایسی سواری ہے جس کے دو پہیے ہیں اس اعتبار سے مرد کو سواری کے آگے کا پہیہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کو **قوام** (حاکم) کہا گیا اور عورت پچھلے پہیہ سے تعبیر اس لئے کی جاسکتی ہے کہ وہ مرد کی تحویل میں ہے اور عورت کو مرد کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور جس طرح موجودہ سواریوں میں پچھلا پہیہ اگلے پہیہ کو آگے بڑھنے میں مدد دیتا ہے اور آگے بڑھاتا ہے اسی طرح عورت کو بھی چاہیے کہ وہ اس زندگی کو پرسکون انداز میں آگے بڑھانے میں اگلے پہیہ کی مدد کرے، جس طرح سواری اس وقت تک آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک کہ دونوں پہیے درست نہ ہوں بالکل اسی طرح ازدواجی زندگی کا آگے بڑھنے دونوں کا اخلاق، کردار کے اعتبار سے درست ہونا بھی ضروری ہے، جس طرح سواری کے دونوں پہیوں کا رخ ایک ہونا

ضروری ہے اسی طرح ازدواجی زندگی کے ان دونوں پہیوں کا رخ بھی ایک ہی ہونا چاہئے، اگر مزاج، طبیعت، عادت اور خصلت کے اعتبار سے میاں کا مزاج مغرب کی جانب ہو اور بیوی کا مزاج مشرق کی جانب تو ظاہر ہے کہ ازدواجی زندگی منزل مقصود سے محروم رہے گی۔

جس طرح سواری کے ہر پہیہ میں ہوا کا ہونا ضروری ہے کہ اگلے پہیہ میں ہوا ہو اور پچھلے پہیہ میں ہوا نہ ہو یا پچھلے پہیہ میں ہوا ہو اور اگلے پہیہ میں ہوا نہ ہو تو جس طرح سواری آگے نہیں بڑھے گی بالکل اسی طرح ازدواجی زندگی میں میاں کے دل میں بھی محبت، خلوص، اخلاق وکردار کا ہونا ضروری ہے، اگر ایک میں یہ ساری چیزیں ہوں اور دوسرے میں نہ ہوں تو ان کی مثال ایسی سواری کی سی ہے جس کا ایک پہیہ تو صحیح سلامت ہو اور دوسرا پہیہ ہوا سے خالی ہو۔

جس طرح سواری کے دونوں پہیے ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور جڑے ہوئے ہیں اسی طرح میاں بیوی کے درمیان میں بھی ربط اور جوڑ کا ہونا ضروری ہے، جس طرح وہ سواری آگے کی طرف نہیں بڑھ سکتی جس کے دونوں پہیے ایک دوسرے سے جدا ہوں اور دونوں میں جوڑ نہ ہو بالکل اسی طرح ازدواجی زندگی بھی مفلوج ہوکر رہ جائے گی جس میں میاں اور بیوی کے درمیان میں کوئی ربط اور جوڑ نہ ہو۔

حقوق طلبی نہیں حقوق کی ادائیگی

میاں بیوی کے درمیان اچھے تعلقات کے باقی رہنے کیلئے ذہنی طور پر دونوں اس حقیقت کو تسلیم کرنے کیلئے آمادہ ہو جائیں کہ وہ ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے میں اس طرح مصروف رہیں گے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے سے اپنے حق کا مطالبہ کرنے کا موقعہ ہی نہ ملے۔

ازدواجی زندگی کو شیریں تر بنانے اور آپسی تعلقات میں دراڑ پیدا ہو جانے سے بچانے ک ایہ ایک بہترین نسخہ ہے، اگر شوہر دن بھر محنت کرے، روزی روٹی کی فکر کرے، پہننے اور رہنے کا معقول انتظام کرے، دکھ درد میں بیوی کا ساتھ دے، بیمار ہونے پر معقول علاج کرے،

زیب زینت کا سامان فراہم کرے، اس کے اپنے ماں باپ ، بھائی، بہن وغیرہ سے موقع بموقع ملاقات کی خوش دلی سے اجازت دے، اس کے رشتہ داروں کے آنے پر بشاشت اور خوش دلی سے ملاقات کرے اور موقع کی مناسبت سے خاطر تواضع کرے اور اس کے جائز خواہشات وجذبات کو پورا کرے، اس کی جنسی ضرورت کو پورا کرے غرض یہ کہ ایک شوہر ہونے کی حیثیت سے جتنے حقوق ہیں ان حقوق کے ادا کرنے میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کرے تو ظاہر ہے کہ عورت کے دل میں اپنے شوہر کی عظمت، محبت، وقعت اور الفت رہے گی اور وہ دل وجان سے اس کو چاہے گی۔

اسی طرح اگر بیوی شوہر کی خدمت کرے، اس کے جائز حکموں کی تعمیل کرے، اس کے مزاج کو سمجھے اور موقع کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے کاموں کو انجام دے، اس کی صحت کا لحاظ رکھے، اس کے معمولات کے مطابق اس کی ضروریات فراہم کرے، اس کے آرام کا لحاظ رکھے، اس کی تھکان کو اپنی پرلطف گفتگو کے ذریعہ دور کردے، اس کے غم کو خوشی میں بدلنے کی حکیمانہ تدبیر سوچے، اس کے غائبانہ میں اس کے گھر اور گھر کے اشیاء کی حفاظت کرے، بچوں کی نگہداشت اور تربیت کرے، گھر کو صاف ستھرا رکھے، ہر چیز کو اس کی جگہ قرینہ سے رکھے، اس کی پسندیدہ غذاؤں کے پکانے کی کوشش کرے، اس کے کپڑوں کو سلیقہ سے پاک اور محفوظ جگہ رکھے، اور اس کیلئے زینت کرے، اور اس کے جنسی جذبات کو پورا کرے تو ظاہر ہے کہ مرد کے دل میں اپنی بیوی کی قدر ومنزلت بیٹھ جائے گی اور اس کے دل میں اس کی محبت برقرار رہے گی، یہ باہمی محبت آخر کیوں قائم ہے؟ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے میں ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹایا ہے۔

اب اگر شوہر بیوی کے مذکورہ حقوق ادا نہ کرے، تو ظاہر ہے کہ بیوی حقوق کا مطالبہ کرنے لگ جائے گی یا اگر بیوی شوہر کے مذکورہ حقوق ادا نہ کرے تو ظاہر ہے کہ شوہر بیوی سے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے گا۔ اور جس لمحہ سے حقوق طلبی کا سلسلہ شروع ہوجائے گا، اسی لمحہ سے تعلقات میں دراڑ پڑنی شروع ہوگی اور یہ سلسلہ جب چل پڑے گا تو تصادم کی کیفیت پیدا

ہونے لگے گی اور اس وقت ایک ہی صورت سمجھ میں آئے گی کہ وہ دونوں اپنے مستقبل کیلئے الگ الگ راہ اختیار کرلیں۔

معلوم ہوا کہ امن، سلامتی، سکون، راحت، آرام اور کامیابی ایک دوسرے کے حقوق کے ادا کرنے میں ہے نہ کہ حقوق کے مطالبہ میں۔

ازدواجی زندگی سے متعلق جتنے مقدمات اور معاملات سامنے آرہے ہیں وہاں بنیادی طور پر یہی ایک خامی زیادہ نظر آتی ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی حق کے ادا کرنے کیلئے تیار نہیں، شوہر چاہتا ہے کہ بیوی پورے حقوق ادا کرے، بیوی چاہتی ہے کہ شوہر پورے حقوق ادا کرے، اگر ازدواجی زندگی کے پہلے دن ہی سے دونوں یہ عزم کرلیں کہ ہم میں سے ہر ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھے گا اور پھر آپسی نزاع اور جھگڑے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حق ہے

عموماً یہ ہوتا ہے کہ مرد اپنی قوت وطاقت کی وجہ سے اور عورت پر اس کو فوقیت حاصل ہونے کی وجہ سے عورت سے اپنے حقوق تو وصول کرلیتا ہے اور عورت تخلیق کے اعتبار سے کمزور یا مرد کے مقابلہ میں کمزور ہونے کی وجہ سے مرد سے اپنے حقوق وصول نہیں کرسکتی، اور یہ عام رواج چل پڑا ہے کہ عورت اس معاملہ میں مظلوم اور مرد ظالم ہے اس لئے کہ مرد اپنے حقوق تو وصول کرتا ہے مگر اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا اور اس کو اس عمل سے کوئی نہیں روکتا اس لئے وہ ظلم کے اس سلسلہ کو جاری رکھتا ہے، زمانہ جاہلیت میں یہی بیماری تھی کہ عورت کی حیثیت ایک باندی کی تھی بلکہ اس سے بھی گئی گزری تھی، بعض ایسے بھی نقشے زمانہ جاہلیت کے ملتے ہیں کہ ان کے نزدیک اپنے گھر کے جانور کی بڑی قدر تھی مگر گھر کی ایک عورت کی قدر نہ تھی، اسلام نے زمانہ جاہلیت کے اس ناپاک سلسلہ کو ختم فرمایا اور یہ زریں اصول بیان کردیا۔

"ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف وللرجال علیهن درجة واللّٰه عزیزحکیم"(۲۲۸؍ البقرة)

''اورعورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پرحق ہے دستور کے موافق اورمردوں کو عورتوں پرفضیلت ہے اوراللہ زبردست ہے تدبیر والا''

اس آیت میں اس حقیقت سے آگاہ کردیا گیا کہ جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح مردوں پرعورتوں کے حقوق بھی واجب ہیں۔

آخری پیغمبرﷺاور آخری کتاب نے یہ قطعی فیصلہ صادرفرمایا کہ صنف نازک پر بہت بڑا احسان فرمادیا اورساری انسانیت کی آنکھیں کھول دیں، جوانسان جاہلیت کی وجہ سے اپنی ہی ایک صنف اورجنس کی قدرکوکھو بیٹھا تھا، رحمتہ للعالمینﷺ نے انسان کو انسان کی قدر کرنا سکھلایا،ظلم وبربریت کو دورفرما کر عدل وانصاف کا قانون پیش فرمایا،عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم کیے جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں، ادھر زمانۂ جاہلیت نے عورت کوگھریلو اشیاء کی طرح قرار دیا تھا،اور چوپایوں سے زیادہ ذلیل کردیا تھا، اسلام نے عورت کواس ذلیل ترین وادی سے نکالا اورادھر مغربی تہذیب نے عورت کوترقی کی آس دلاکر اس قدرآزادی دی کہ ملک کی سیادت وقیادت اس کے ہاتھ میں دیدی،ایک طرف عورت پر ظلم ہوا تو دوسری طرف عورت کا استحصال ہوا۔

اسلام ہی وہ مقدس اور پیارا مذہب ہے جس نے عورت کومناسب مقام دیا،ایک ایسی سطح پر لاکھڑا کیاجس سطح پر کھڑے ہونے میں اس کی دنیوی واخروی کامیابی اور اس میں اس کی فلاح اورنجات بھی ہے۔

مرد حاکم ہیں

عقل اس حقیقت کوتسلیم کرلینے میں ہرگز تاخیرنہیں کرے گی کسی بھی اجتماعی نظام کے چلانے کیلئے کسی نہ کسی امیر، حاکم یاسربراہ کا ہونا ضروری ہے،کسی بھی ملک ، سلطنت اور

ریاست کے نظام کو چلانے کیلئے جس طرح کسی امیر یا حاکم کی ضرورت ہے بالکل اسی طرح گھریلو نظام کے چلانے کیلئے گھر ہی کے ایک فرد کا امیر، ذمہ دار یا حاکم ہونا بھی ضروری ہے، جو اپنی صلاحیت، قابلیت، لیاقت اور قوت سے اپنے ماتحت افراد کی صحیح تربیت کر سکے اور اہم امور میں صحیح فیصلہ کر سکے، ظاہر ہے کہ گھر میں یا تو بچے ہوتے ہیں یا عورتیں ہوتی ہیں یا مرد ہوتے ہیں، عورتوں اور بچوں کے مقابلہ میں اس کام کے انجام دینے کی طاقت مردوں میں ہوتی ہے اس لئے کہ مرد کی علمی وعملی قوتیں عورتوں اور بچوں کی علمی اور عملی قوتوں سے بڑی ہوئی ہوتی ہیں اور یہ حقیقت دن کی روشنی سے زیادہ واضح ہے جس کو تسلیم کرنے میں کوئی پیچھے نہیں ہٹے گا، مشاہدات وتجربات بتلاتے ہیں کہ بعض حادثات کے موقعوں پر عورت سوائے ڈر، خوف، پستی، بزدلی، مایوسی، رونے اور شور کرنے کے سوا کچھ نہیں کرسکتی، ایسے موقعوں پر مرد ہمت، جرأت، شجاعت اور پورے یقین کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرتا ہے اور مسائل کو اپنے قابو میں لے لیتا ہے، مرد کی اسی صلاحیت کی وجہ سے قرآن مجید میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ:

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض وبما انفقو امن اموالهم (٣٤ النساء)

''مرد حاکم ہیں عورتوں پر (دو وجہ سے ایک تو) اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو (یعنی مردوں کو) بعضوں پر (یعنی عورتوں پر قدرتی) فضیلت دی ہے اور (دوسرے) اس سبب سے کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنے مال (مہر میں اور نان نفقہ میں) خرچ کئے ہیں''

اگرچہ کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر ایسے ہی لازم وواجب ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اور دونوں کے حقوق باہم ایک جیسے ہیں لیکن ایک چیز میں مردوں کو عورتوں پر امتیاز اور فضیلت حاصل ہے کہ مرد حاکم ہیں، مرد حضرات اس آیت سے ہرگز یہ معنی نہ لیں کہ ان کو عورتوں پر حاکم بنادیا گیا ہے وہ اب اپنی مرضی اور منشا سے جو چاہیں کریں اور ان عورتوں کی کمزوری کا ناجائز فائدہ اٹھائیں، بات ہرگز ایسی نہیں ہے، مردوں کو چاہیے کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہوکر عورتوں پر ظلم وزیادتی نہ کریں، بلکہ تقویٰ کا لباس پہنے رہیں کہ آج اگر انہوں نے

محض حاکم ہونے کی بنیاد پر اپنی عورتوں پر ظلم کیا تو عرش کا مالک ان کو اس کی سزا دینے کا بھی اختیار رکھتا ہے، اور یہ بھی ان کے ذہن میں رہے کہ کل قیامت کے دن اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہے اور وہاں ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ دیا جائے گا۔

مرد کے حاکم ہونے کی وجہ

قرآن مجید نے عورتوں پر مردوں کو جو حاکم قرار دیا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ بیان کی گئی کہ **بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض** کہ اللہ تعالیٰ بعضوں کو یعنی مردوں کو بعضوں پر یعنی عورتوں پر فضیلت بخشی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے وہ مختار کل ہے جس کو چاہے حاکم بنائے اور جس کو چاہے محکوم بنائے ، اللہ تعالیٰ نے اگر آسمان کو اوپر رکھا ہے اور زمین کو نیچے بچھا دیا ہے تو زمین کو ہرگز یہ اختیار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ شکایت کرے کہ آپ نے مجھے نیچے کیوں بچھا دیا اور آسمان کو بلند کیوں کر دیا، بالکل اسی طرح عورت بھی اس کی حقدار نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس قسم کا کوئی سوال کرے، پیدائشی اعتبار سے چونکہ عورت کا میدان الگ ہے اور مرد کا میدان الگ ہے، جو کام مرد کر سکتا ہے وہ کام عموماً عورت نہیں کر سکتی، عورت کے اپنے مسائل ہیں ،اس کے اپنے کچھ الگ تقاضے ہیں، اس کی اپنی چند مجبوریاں ہیں، جن کی وجہ سے وہ بیرونی کام اس خوبی کے ساتھ انجام نہیں دے سکتی جس طرح ایک مرد انجام دے سکتا ہے۔

یہ ایک قدرتی نظام ہے جس کو قبول کر لینے ہی میں ہر ایک کی عافیت ہے، اور مرد کے قوام (حاکم) ہونے کی دوسری وجہ قرآن مجید نے یہ بیان فرمائی **وبماانفقوا من اموا ھم** کہ مردوں کو عورتوں پر فوقیت اس لئے حاصل ہے کہ وہ یعنی مرد اپنے مال ان عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، اور یہ فطری بات ہوتی ہے کہ **الیدالعلیا خیر من الید السفلی** کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔

مرد کو یہ فضیلت اس کی اپنی محنت کی وجہ سے حاصل ہے، ظاہر ہے کہ مرد دن بھر محنت، مزدوری کرتا ہے یا زراعت کرتا ہے یا تجارت میں مصروف رہتا ہے یا کوئی ملازمت کرتا ہے

یا دور دراز کے سفر کرتا ہے، ہر طرح کی مشقتیں برداشت کرتا ہے اور پھر جو کچھ نفع اور اجرت میں اس کو ملتا ہے وہ اپنے بیوی اور بچوں کے کھانے، پینے، پہننے اوڑھنے، علاج معالجہ اور تعلیم وتربیت میں خرچ کرتا ہے، اس کی اس محنت کی وجہ سے اس کو یہ فضیلت حاصل ہے۔

اس آیت پر پہنچنے کے بعد عموماً مردوں کے دلوں میں انانیت اور غرور کے اثرات آنے لگتے ہیں اور اس آیت سے عورت میں افسردگی اور مایوسی کے اثرات محسوس ہوتے ہیں، یہ مرد کی غلط فہمی اور عورت کی جلد بازی کا نتیجہ ہے۔

مرد کو اس لئے انانیت اور غرور میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنے گھر کے سارے افراد پر حاکم اور سردار تو ہے لیکن اس کی بیوی اس کی رفیقۂ حیات باندی یا نوکرانی نہیں ہے اور قوم کا سرادر قوم کا خادم ہوتا ہے (**سید القوم خادمھم**) اور قرآن نے مرد کو قوام کا خطاب دے کر آزاد تو نہیں چھوڑا ہے بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات میں مرد کو نصیحت بھی کی گئی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے اور معروف طریقہ سے اس کے حقوق ادا کرے اور عورت کو چاہئے کہ وہ جلد بازی میں مایوسی کا شکار نہ ہو اس لئے کہ مرد پر گھریلو نظام کے چلانے کی جو ذمہ داری دی گئی ہے وہ بالواسطہ عورت پر ایک احسان ہے، اگر مرد کے بجائے عورت کے کاندھے پر حاکم ہونے کی یہ ذمہ داری ڈال دی جاتی تو پھر کیا عورت اولاد کے پیدا کرنے، ان کی پرورش کرنے، باورچی خانہ کے اس نظم کو چلانے کے ساتھ ساتھ کیا وہ اس بوجھ کو بھی برداشت کرتی؟ اس اعتبار سے اس کو حاکم بنایا جانا ظلم متصور ہوتا، یہ سچ ہے کہ مرد کو حاکم بنایا گیا لیکن مرد پر عورت کے حقوق کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے مرد اور عورت کے درمیان توازن بھی برقرار رکھا گیا۔

دونوں کی محنتوں سے گھر چمن بنتا ہے

اگر غور کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آئے گی کہ ایسے گھرانے خوشحالی اور ترقی پر ہیں جن گھرانوں میں بچوں کی تعلیم وتربیت اور پرورش میں شوہر کی محنت ومشقت کے ساتھ ساتھ بیوی کی کفایت شعاری، خدمت اور محبت کے جذبات ہوں، گھریلو نظام کے چلنے میں صرف

مرد ہی کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ اس میں عورت کا بھی ایک الگ کردار ہوتا ہے۔

اگر تھوڑی دیر کیلئے فرض کیا جائے کہ مرد محنت ومشقت سے کمارہا ہے، گرمی اور سردی، بارش اور دھوپ کی فکر کئے بغیر دن رات روزی روٹی کی فکر میں مشغول ومصروف ہے اور جو کچھ بھی حاصل ہورہا ہے اپنے گھر لارہا ہے اور ہر قسم کا غلہ، ترکاری اور میوے لاکر گھر میں ڈال دے رہا ہے تو کیا محض مرد کے اس عمل سے کام چل جائے گا، گھریلو نظام پورا ہوجائے گا؟ ہرگز نہیں، مرد کی محنت کو کارآمد بنانے میں عورت کا ہاتھ ہوتا ہے، اب وہ مرد کی محنت کو سلیقہ اور قرنیہ سے فائدہ مند بناتی ہے، وہ مرد کے مزاج کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے اور اس کے بچوں کیلئے کھانا تیار کرتی ہے، سلیقہ سے دسترخوان بچھاتی ہے، وقت پر ہر چیز تیار کرتی ہے، گھر کو صاف ستھرا رکھتی ہے، بچوں کو وقت پر اسکول روانہ کرتی ہے، مرد کے کپڑوں کی صفائی کا اہتمام کرتی ہے، بہرحال خانہ داری کے جتنے اہم اور ضروری امور ہیں انہیں انجام دیتی ہے۔

اگر مرد یہ کہے کہ میں حاکم ہوں، میری ہی محنت سے سب کچھ ہورہا ہے، میرے ہی بل بوتے پر گھر کا نظام چل رہا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ مرد کی غلط فہمی ہوگی۔

گھر کے نظام کے چلنے اور چلانے میں میاں بیوی دونوں کا ہاتھ ہے، دونوں کی محنت سے گھر جنت نما بنتا ہے، دونوں کی فکر سے گھر چمنستان بنتا ہے، دونوں کے مشترکہ منصوبے سے بچے ماہر اور قابل بنتے ہیں، دونوں کے اتحادِ عمل سے ایک اچھا خاندان وجود میں آتا ہے۔

اگر میاں بیوی کو درخت سے تشبیہ دی جائے تو یقیناً مناسب بلکہ انسب ہوگا کہ درخت صرف تنوں، شاخوں اور پتوں کا نام نہیں ہے، بلکہ درخت کا تصور جڑ سے شروع ہوتا ہے، جس طرح شاخوں اور ڈالیوں اور پتوں کا اپنی جگہ ایک مقام ہے بالکل اسی طرح جڑ کا بھی اپنا ایک مقام ہے، فرق صرف یہ ہے کہ جڑ زمین کے اندر ہوتی ہے اور تنا، شاخ اور پتے زمین کے اوپر فضاؤں پر رہتے ہیں، شاخوں اور پتوں کی جس طرح اہمیت ہے اس جڑ کی بھی اپنی جگہ اہمیت ہے جو زمین کے اندر رہ کر جڑ کو مضبوط کررہی ہے، بالکل اسی طرح وہ مرد جو گھر کے باہر محنت

کررہاہے اس کی بھی اپنی جگہ اہمیت ہے اور وہ عورت جو بیوی بن کر گھر کے اندر ہی اندر رہ کر محنت کررہی ہے اس کی بھی اپنی جگہ اہمیت ہے۔

عورت گھر کے اندر رہ کر مرد ہی کے کا اور مشن کو مضبوط کررہی ہے، اس کے منصوبے کو پورا کررہی ہے، مرد کی آرزوں اور تمنا عورت کے بغیر ناممکن ہے، مرد کی آرزو ہوتی ہے کہ اس کے ہاں اولاد ہو تو کیا عورت کے بغیر اولاد کا تصور ممکن ہے؟ مرد کی تمنا ہوتی ہے کہ اس کے جذبات کو تسکن ملے کیا یہ عورت کے بغیر ممکن ہے؟ بہرصورت خاندانی نظام کیلئے جہاں مرد کی اپنی جگہ اہمیت ہے وہیں عورت کی بھی اپنی جگہ اہمیت ہے۔

تقویٰ کی طاقت

یـا یهـاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من تفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهمارجالاکثیراًونساء (۱ر النساء)

حقوق کی دوقسمیں ہیں(۱)حقوق اللہ (۲) حقوق العباد،یعنی اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق ،توحید،نماز، روزہ اور حج وغیرہ سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا ہوتے ہیں،اور پاکیزہ معاشرت ، صاف وشفاف معاملات اور عمدہ اخلاق وکردار کے ذریعہ بندوں کے حقوق ادا ہوتے ہیں۔

بندوں کے حقوق میں چندحقوق ایسے ہیں جن کوادا نہ کرنے کی صورت میں قانون کے زور سے ادا کرایا جاسکتا ہے، جیسے خرید وفروخت میں اگر خریدنے والا بیچنے والے کا حق ادا نہ کرے اور قیمت نہ دے تو قانون کے زور سے خریدنے والے سے حق ادا کرایا جاسکتا ہے، محنت ومزدوری کی اجرت اگر مالک نہ دے تو قانون کی قوت سے محنت ومزدوری کی اجرت حاصل کی جاسکتی ہے، لیکن بعض حقوق ایسے ہیں جن کی ادائیگی کیلئے قانون کی قوت یا حکومت کا زور نہیں چلتا وہاں صرف ایک ہی قوت کام کرسکتی ہے وہ ہے تقویٰ کی قوت ......

وہ حقوق ماں باپ اور اولاد کے درمیان، شوہر اور بیوی کے درمیان ہوتے ہیں، بیٹا باپ

کا حق اسی وقت ادا کرتا ہے جبکہ بیٹے کے دل میں تقوی اور خوف خداوندی ہو، شوہر بیوی کے حقوق اسی وقت ادا کرے گا جبکہ شوہر کے دل میں تقوی اور پرہیزگاری ہو۔

تقویٰ اور پرہیزگاری وہ سوپر پاور طاقت وقوت ہے کہ آدمی عدالت کے جج کے سامنے نہیں جھکتا، جلاد کے کوڑوں کے سامنے نہیں جھکتا، جیل کی سزاوں کے سامنے نہیں جھکتا، بندوق کی گولیوں کے سامنے نہیں جھکتا، تلوار کی نوک کے سامنے نہیں جھکتا لیکن تقویٰ اور پرہیزگاری ایسی قوت وطاقت ہے کہ جس کے دل میں یہ دولت ہے وہ کسی کا حق پامال نہیں کرتا، ہر ایک کو اسکا حق بلکہ حق سے زیادہ دینے کی فکر کرتا ہے، اس کو یہ اندیشہ اور فکر لاحق ہوتی ہے کہ اگر حقوق کی ادائیگی میں کمی بیشی ہوجائے تو کل قیامت کے دن میرے نیک اعمال لے لئے جائیں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، **یا یھا الناس اتقوا ۔ الخ**

اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک ہی ذات سے (آدم علیہ السلام سے) اس طرح پیدا فرمایا کہ پہلے ان کی بیوی حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا کیا اور پھر اسی جوڑے کے ذریعہ بہت سے مرد اور عورتیں پیدا فرمائیں۔

یہ وہ آیت ہے جو خطبہ نکاح میں سب سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور مرد اور عورت کو ازدواجی زندگی کے آغاز پر تنبیہ کی جارہی ہے کہ جس اللہ کا نام لے کر تم دو اجنبی مرد اور عورت ایک بن رہے ہو، تمہاری زندگی کے سارے معاملات کی بنیاد تقویٰ پر ہونی چاہیے، تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے چاہئے اور جب تم سب کے سب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہو تو تمہیں آپس میں ہمدردی وخیرخواہی کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہے، ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھنا ایثار ورحم دلی سے کام لینا ہے، خدمت، اطاعت اور کشادہ دلی جیسے اوصاف کو اختیار کرتے ہوئے اپنی زندگی کو شیریں تر بنانا ہے اور ایک ایسے خاندان کا وجود بخشنا ہے جس میں شرافت اور تقوی ہو، محبت والفت ہو، سخاوت وخوشدلی اور دنیا اور آخرت کی کامیابی کی فکر بھی ذہن میں سوار ہو۔

مرد اور عورت

اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی قانون نہیں بنایا کہ مرد کے اعمال کا ثواب الگ اور عورت کے اعمال کا ثواب الگ ہے، مرد کے اخلاص کو تولنے کا پلڑا الگ اور عورت کے اخلاص کو تولنے کا پلڑا الگ، بلکہ دونوں کے عقائد، دونوں کی عبادتوں، دونوں کے اعمال صالحہ وسیئہ دونوں کی سزا اور جزا، دونوں کیلئے دخول جنت ودوزخ کے شرائط ایک ہی ہیں، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا کہ:

ومن یعمل من الصٰلحٰت من ذکر اوانثی وھومومن فاولئك یدخلون الخبة ولا یظلمون نقیرا (١٢٤/النساء)

''اور جو کوئی اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا حق تل بھر بھی ضائع نہیں ہوگا، اس آیت نے واضح کردیا کہ جنت میں داخلہ کیلئے مرد اور عورت دونوں کا یک ہی معیار ہے''

نیز اجر وثواب دیئے جانے کے اعتبار سے مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اگر ایک مسلمان مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اگر ایک مسلمان مرد صبر کرتا ہے تو اس کو بھی وہی اجر وثواب ملے گا جو ایک عورت کو اس کے صبر کرنے پر ملتا ہے، ایک عورت کو روزہ رکھنے پر جو ثواب ملے گا وہی اجر وثواب مرد کو روزہ رکھنے پر ملے گا، جس کا اخلاص جس رتبہ کا ہوگا اسی کے برابر ثواب ہوگا، قرآن مجید نے اس حقیت کو یوں واضح کیا۔

ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین و القنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصبرت و الخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصائمین والصٰئمٰت والحٰفطین فروجھم والحٰفظت والذاکرین اللّٰہ کثیر والذٰکرت اعداللّٰہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما (الاحزاب ٣٥)

''بیشک جو مرد اور جو عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرما ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں صدقہ دینے والے ہیں اور روزہ رکھنے والے ہیں اپنی شرمگاہوں کی

حفاظت کرنے والے ہیں اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے‘‘

من عمل سیئة فلا یجزی الا مثلها ومن عمل صالحا من ذکرا اوانثی وهومؤمن فاولئك ید خلون الجنة یرزقون فیها بغیر حساب(۴۰/مومن)

’’جو برائی کرے گا اس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنی اس نے برائی کی ہوگی اور جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہوا یسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے جہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا‘‘

انا عرضنا الامانه علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا ۔لیعذب اللّٰه المنفقین والمنفقٰت والمشرکین والمشرکٰت ویتوب اللّٰه علی المؤمنین والمؤمنٰت وکان اللّٰه غفورارحیماً۔(الاحزاب/ ۷۲۔۷۳)

’’ہم نے اس امانت کو آسمانوں اورزمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کیلئے تیار نہیں ہوئے اور ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے، اس بارامانت کو اٹھانے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول کرلے، اللہ درگذر فرمانے والا اور رحیم ہے‘‘

والمؤمنون والمؤمنٰت بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ویقیمون الصلوٰة ویؤ تون الزکوة ویطیعون اللّٰه ورسوله اولئك سیر حمهم اللّٰه ان اللّٰه عزیز حکیم (التوبة/ ۷۱)

’’ایمان لانے والی عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، ان لوگوں پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بلاشبہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے‘‘

(۱)یوم تری المومنین والمومنٰت یسعی نورھم بین ایدیھم وبایما نھم بشٰرکم الیوم جنّٰت بحری من تحتھا الانھو خلدین فیھا ذلك ھوا لفوزالعظیم (۱۲/ سورة حدید)

(۲)یوم یقول المنٰفقون والمنٰفقٰت للّذین اٰمنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراء کم فالتمسوا نورا فضرب بینھم بسورله باب باطنه فیه الرحمة وظاھره من قبله العذاب(۱۳/ سورة حدید)

(۱)اس دن جب کہ تم مومن مردوں اورعورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نوران کے آگے آگے اوران کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا، ان سے کہا جائے گا کہ آج بشارت ہے تمہارے لئے، جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی ہے بڑی کامیابی۔

(۲)اس دن منافق مردوں اورعورتوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ مومنوں سے کہیں گے کہ ذرا ہماری طرف دیکھ تا کہ ہم تمہارے نور سے کچھ فائدہ اٹھائیں مگران سے کہا جائے گا کہ پیچھے ہٹ جاؤ، اپنا نور کہیں اور تلاش کرو پھران کے درمیان ایک دیور حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔اس دروازے کے اندر رحمت ہوگی اور باہر عذاب۔

وماکان لمؤمن ولامؤمنة اذا قضی اللّٰه ورسوله امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللّٰه ورسوله فقد ضل ضلٰلا مبینا (۳٦ الاحزاب)

’’کسی مومن اورمومنہ کیلئے صحیح نہیں ہے کہ جب اللہ اوراس کا رسول کسی معاملہ میں فیصلہ کردے تو انھیں اپنے معاملے میں اختیار ہو، جو شخص اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں مبتلا ہوگیا‘‘

یا یھا الذین امنو الا یسخرقوم من قوم عسیٰ ان یکون نوا خیرا منھم ولانساء من نساء عسیٰ أن یکن خیرا منھن ولاتلمزوا انفسکم ولاتنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ومن لم یتب فالئك ھم الظلمون (۱۱/الحجرات)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بُری بات ہے، جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں“

تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی

ازدواجی زندگی کے آغاز کو نکاح کہیے یا شادی، ہر ملک میں ہر روز نکاح کی محفلیں منعقد ہو رہی ہیں، ہر روز کہیں نہ کہیں شادیوں کی دھوم ہے، ظاہر ہے کہ مرد کے بغیر عورت کا اور عورت کے بغیر مرد کا شرافت کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل بلکہ ناممکن ہے، اس طرح نکاح زندگی کا ایک فیشن نہیں بلکہ ضرورت ہے بہر حال شادیاں تو روز ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی، لیکن سوال یہ ہے کہ کتنی شادیاں کامیاب ثابت ہوتی ہیں اور کتنی شادیاں ناکامی کے گڑھے تک پہنچتی ہیں، اس کا جواب ہمیں روزانہ کے ان اخبارت سے ملتا ہے جن میں تفصیلات ہوتی ہیں، لڑکا شادی سے پہلے بے فکری کی زندگی گزارتا ہے اور بغیر کسی تناؤ کے اس کی جوانی کا ابتدائی دور گزرتا رہتا ہے، لڑکی کھیل کود اور حصول تعلیم میں زندگی گزارتی ہے اور اس کے شباب کا ابتدائی حسین دور گزرنے لگتا ہے یہاں تک کہ یہ دونوں نکاح کے ذریعہ ایک ساتھ ہو جاتے ہیں، شادی ہوتے ہی ایک دوسرے کی کڑی آزمائش کا دروازہ کھلتا ہے، اکیلے زندگی گزارنا کمال نہیں، کمال تو اس میں ہے کہ آدمی دوسروں کے ساتھ رہے اور پھر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔

ازدواجی زندگی کا ابتدائی دور محبت کے جذبات کا دور ہوتا ہے، اس دور میں ہر ایک کی نظر دوسرے کی خوبیوں پر ہی جاتی ہے، دونوں ایک دوسرے کے عیوب اور نقائص سے ناآشنا ہوتے ہیں، جوں جوں جذبات کا نشہ اترتا ہے اور ایک دوسرے کے درمیان معاملات شروع ہوتے ہیں وہاں ہر ایک کی حقیقت کھلتی ہے، جس طرح زبان کھولنے تک محسوس نہیں ہوتا بالکل

اسی طرح میاں بیوی کے عیوب اس وقت تک سامنے نہیں آتے جب تک کہ دونوں عملی طور پر کوئی معاملہ نہیں کرتے ،اگر دونوں ہی با اخلاق با کردار،ملنسار خود شناس اور موقع شناس ہوں تو بات بن جاتی ہے اور ازدواجی زندگی خوشگوار انداز میں چلنے لگتی ہے، دونوں کے اندر کا ضمیر بیدار، دونوں کا دل ودماغ حساس، دونوں کی غیرت زندہ اور دونوں کی گفتگو سنجیدہ تو پھر دونوں اپنے آپ کو جنت کے ماحول میں پائیں گے،لیکن اگر بات ایسی نہ ہو، معاملہ اس کے برعکس ہو، دلوں میں کدورت، دماغ میں شرانگیزی،ضمیر سویا ہوا، غیرت مردہ ، زبان بے لگام ،تہذیب گری ہوئی اور اخلاق غیر سنجیدہ ہوں تو پھر شادی کے ایک دو ماہ بعد ہی سے بلکہ بعض جگہوں میں روز اول ہی سے نوک جھونک شروع ہو جاتی ہے، پھر ایک دوسرے پر اعتراضات کرنے لگتے ہیں، دونوں میں غصہ کا عنصر زیادہ ہی ہو تو پتھر پتھر سے ٹکراتا ہے پھر فساد کی چنگاریاں اڑنے لگتی ہیں پھر کسی موقع پر یہی چنگاریاں آگ بن جاتی ہیں، اور گھر جہنم بن کر رہ جاتا ہے،تو تو میں میں والی بات آجاتی ہے،لڑائی کا سلسلہ چلنے لگتا ہے، اہل محلّہ، پڑوسی، رشتہ دار اور دوست واحباب ان کی اس محدود جنگ سے محظوظ ہونے لگتے ہیں، دونوں کی یہ لڑائی اب صرف دونوں کی لڑائی نہیں، طرفین کی لڑائی میں بدل جاتی ہے طرفین کی لڑائی کیا ہے دو خاندانوں کی لڑائی ہو جاتی ہے۔

اب جب معاملہ صلح صفائی کا آتا ہے تو شوہر پوری طرح بیوی کو قصور وار ٹھہراتا ہے، بیوی شوہر کو قصور وار ٹھہراتی ہے،شوہر کے ماں باپ، بھائی، بہن اور رشتہ دار بیوی کے ماں باپ، بھائی، بہن اور رشتہ داروں کو طعنہ دیتے ہیں، بُرا بھلا کہتے ہیں، ثالثی کا کردار ادا کرنے والے مصلح بن کر صلح کی بات کرتے ہیں تو کوئی فریق بھی اپنے آپ کو قصور وار قرار دینے کو تیار نہیں ہوتا، ہر ایک اپنے کو فرشتہ اور دوسرے کو شیطان کہنے پر مصر ہے، ان حالات کو دیکھنے کے بعد وہی محاورہ یاد آتا ہے۔

تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی

دونوں میں اختلاف شروع کیوں ہوتا ہے؟

اگر کوئی شخص کسی کے بے حد قریب ہوتا ہے تو اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص کسی سے دور ہوتا ہے تو اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے، کسی سے لگاؤ اور محبت کا ہونا خواہ مخواہ نہیں ہوتا اور کسی سے سخت ترین دشمنی کا ہونا خواہ مخواہ نہیں ہوتا اس کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی سبب ہوتا ہے۔

ازدواجی زندگی میں میاں بیوی کے درمیان گہری محبت اور بے انتہا لگاؤ عرصہ دراز تک برقرار اگر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں میں کوئی ایسی خوبی موجود ہے جس خوبی نے ونوں کو ایک دوسرے سے قریب اور مربوط رکھا ہے، اور اگر میاں بیوی کے درمیان تناؤ، جھگڑا، ذہنی رنجش، طعن و تشنیع، بحث مباحثہ اور تو تو میں میں کا سلسلہ جاری ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی میں کم کسی میں زیادہ نقص اور کمزوری ضرور موجود ہے۔

میاں بیوی کے درمیان اختلافات کی وجوہات حالات، مواقع اور ماحول کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں جن کا احاطہ نسبتاً مشکل ہے لیکن اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے کہ بنیادی طور پر دونوں میں اختلاف کی وجہ ایک دوسرے کے مزاج سے ناواقفیت ہے یا مزاج سے واقفیت کے باوجود مزاج کے خلاف کرنے کی ضد اور عادت ہے، مزاج شناسی اور موقع شناسی ایک ایسا ہنر ہے کہ جس سے عورت اپنے شوہر کو اپنا ہمنوا بنا سکتی ہے، اور یہ ایک ایسا فن ہے کہ وہ اپنا لوہا منوا سکتی ہے اور اس کو اپنا گرویدہ بنا سکتی ہے۔

دونوں میں اختلافات اس وقت شدت اختیار کرتے ہیں جبکہ دونوں ایک دوسرے کے کام میں دخل اندازی کرنے لگتے ہیں، اگر شوہر اپنا فریضہ انجام دے، اپنے فرائض اور ذمہ داریاں ادا کرنے لگے، بیوی سے متعلق سارے حقوق ادا کرنے لگ جائے اور بیوی کے ایسے ذاتی معاملات جس میں مداخلت کا اس کو شرعاً حق نہیں اس میں مداخلت نہ کرے اور بیوی اپنا فریضہ انجام دے، اپنے فرائض وواجبات اور ذمہ درایوں کو پورا کرنے لگ جائے اور

شوہر سے متعلق سارے حقوق ادا کرنے لگ جائے اور شوہر کے ایسے ذاتی معاملات جس میں مداخلت کا عرفاً یا شرعاً جواز نہیں ان میں مداخلت نہ کرے اور اپنے کام سے کام رکھے اور بے ہودہ سوالات سے اس کی زندگی کے سکون کو غارت نہ کرے اور اس کو تنگ نہ کرے تو ظاہر ہے کہ اختلافات کے جنم پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

مرد کو قوت اور عورت کو حسن پر ناز

میاں بیوی کے درمیان تلخیوں کے بڑھنے کی ایک وجہ دونوں کا اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے، شوہر کو اپنی قوت پر ناز ہوتا ہے کہ میں مرد ہوں، حاکم ہوں، مختار ہوں، آزاد ہوں، دولتمند ہوں، سرمایہ دار ہوں، جاگیر دار ہوں، صاحب حیثیت ہوں، معزز و محترم ہوں، صاحب علم و ہنر ہوں، مشہور و معروف ہوں، وہ ایک عورت سے نکاح کرنے کے بعد یوں سمجھتا ہے کہ میں نے اس لڑکی سے نکاح کر کے اس پر بہت بڑا احسان کیا ہے، اگر میں نکاح نہ کرتا تو اس کو کون پوچھتا؟ یہ بڑی صاحب نصیب ہے کہ مجھ جیسا شوہر اس کو مل گیا (چاہے وہ اپنی جگہ کیسا کچھ کیوں ہو) نفسیاتی طور پر آج کل ہر شادی کرنے والے نوجوان کے ذہن میں کسی نہ کسی لحاظ سے یہ بات ہوتی ہے کہ میں مرد ہوں، میرا رتبہ بڑا ہے، یہ عورت ہے میرے ماتحت ہے۔

دوسری طرف اس لڑکی کو جو ایک نوجوان کی بیوی بن کر آتی ہے اپنے حسن و جمال پر ناز ہوتا ہے (چاہے وہ خوبصورت ہو، قبول صورت ہو یا بدصورت ہی) وہ یوں سمجھتی ہے کہ مجھ جیسی حسین و جمیل لڑکی اس لڑکے کے حوالے ہوگئی، کبھی اس کو اپنے حسن پر ناز ہوتا ہے تو کبھی اس کو اپنی دلفریب اداؤں پر ناز ہوتا ہے، کبھی اس کو اپنے باپ کی دولت پر ناز ہوتا ہے تو کبھی اس کو اپنے بھائی کے امریکہ یا خلیج میں ہونے پر ناز ہوتا ہے، کبھی اس کو اس بات پر بھی ناز ہوتا ہے کہ اس کے باپ نے ڈھیر سا جہیز اس کے ساتھ بھیجا یا تو کبھی اس کو اپنے سر، گلے، کانوں، ہاتھوں اور پیروں پر سونے چاندی کے زیورات پر ناز ہوتا ہے کہ اس کے صاحب ثروت بھائیوں نے اس پر اپنی ساری آرزوئیں پوری کی ہیں، کبھی اس کو اس خطیر رقم پر ناز ہوتا ہے جو

اس کے باپ نے اس کے شوہر کو اونچی بھیک مانگنے پر دیئے تھے،کبھی اس کو اپنی ڈگریوں پر ناز ہوتا ہے تو کبھی اس کو گولڈ مڈل اور سلور مڈل اور مختلف ومتعدد ایوارڈس اور سرٹیفکیٹس پر ناز ہوتا ہے،کبھی اس کو اپنی اونچی ملازمت پر ناز ہوتا ہے، وہ فلاں ڈپارٹمنٹ میں فلاں عہدیدار ہے اور اسکا شوہر اب تو اسکی کار کے ڈرائیور کی حیثیت سے کام کرے گا۔

کبھی اس کو اپنی قابلیت ،صلاحیت اور ذہانت پر ناز ہوتا ہے کبھی اس کو اپنے مختلف قسم کے فنون پر ناز ہوتا ہے، یہی وہ غرور اور گھمنڈ کے سامان ہیں اور فخر وتکبر کے اشیاء ہیں جن کو بنیاد بنا کر دونوں اپنے آپ کو آسمان کی بلندیوں یا پہاڑ کی چوٹیوں پر پاتے ہیں، اب کوئی آسمان سے اترنے کیلئے تیار نہیں ہوتا ،غرور وگھمنڈ، انانیت ونخوت کی یہی دیوار دونوں کے درمیان آڑ بن جاتی ہے پھر دونوں کے درمیان کشیدگی ،تناو، جھگڑا بڑھنے لگتا ہے۔

ان حالات میں دونوں کو اپنی اپنی جگہ اپنی اپنی اصلاح کر لینی چاہئے ،شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی قوت کو اپنی بیوی اور بچوں کی افادیت میں صرف کرے محنت کرے، جدوجہد کرے، معاش کی طلب میں مصروف رہے اور بیوی کو رفیقۂ حیات سمجھے نہ کہ باندی، اس کو محتاج نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھے کہ خاندانی نظام کیلئے قدرت نے مرد کیلئے عورت کو اور عورت کیلئے مرد کو پیدا کیا ہے،اور حسن وجمال پر اترانے والی عورت کو چاہیے کہ وہ یہ سمجھے کہ قدرت نے اس میں حسن وجمال غرور کرنے یا اترانے کیلئے نہیں دیا ہے بلکہ وہ حسن وجمال اس لئے دیا ہے کہ تا کہ اس حسن کی کشش سے شوہر اس طرف متوجہ رہے، وہ اپنے شوہر کو قریب تر کرنے کیلئے اپنے حسن وجمال کو ڈھال بنائے اور ہر قسم کے ناز وغرور سے پاک ہو کر اپنے شوہر کیلئے زمین بن جائے، عاجزی وانکساری کا مجسمہ بن کر اس کے سامنے بچھ جائے۔

ہم نے مانا کہ عورت اعلیٰ ملازمت پر فائز ہے، اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہے، وہ اپنی زندگی کے گزارنے میں شوہر کی مالی اعتبار سے محتاج نہیں ہے لیکن کیا مال ودولت ہی سب کچھ ہے، کیا ایک عورت اعلیٰ ملازمت اور اعلیٰ تعلیم کے ساتھ بغیر شوہر کے فطری زندگی گزار سکتی ہے، وہ یہ فیصلہ کر لے کہ بغیر شوہر کے اس کی زندگی ویران ہے۔

غصہ کے وقت خاموشی

انسان خطاوں اور غلطیوں کا پتلہ ہے، غلطی کبھی شوہر سے ہوتی ہے اور کبھی بیوی سے، جب بیوی اصول کے خلاف کوئی کام کرتی ہے یا ناشائستہ حرکت کرتی ہے، اپنی ذمہ داری کے ادا کرنے میں غفلت کرتی ہے، کوئی کام ادھورا چھوڑ دیتی ہے، وقت پر اپنا کام نہیں کرتی ہے، اولاد کی نگہبانی میں لاپرواہی کرتی ہے، شوہر کی اطاعت سے منہ موڑ لیتی ہے تو پھر شوہر اس پر غصہ کرنے لگتا ہے، ایسے موقعوں پر شوہر کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو حکیمانہ انداز میں سمجھائے، پیار ومحبت کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کو اس کی خامیوں کوتاہیوں، برائیوں سے آگاہ کرے، اگر یہ صورت بھی فائدہ مند ثابت نہ ہو تو اسے سمجھانے کی کوئی تدبیر اختیار کرے اور اگر اس کا سمجھنا اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہو تو بیوی کے ماں باپ کے ذریعہ یا اس کے سرپرستوں کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کرے اور تنبیہ کیلئے کوئی ایسا اقدام کرے جس میں ظلم کی آمیزش نہ ہو اور جہاں تک ہو سکے حلم، بردباری، متانت اور نرمی سے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرے، غصہ کرتے ہوئے نفس پر قابو رکھنے کی فکر کرے۔

اس آیت قرآنی کا استحضار ہو کہ صحابۂ کرام غصہ کو پی جاتے تھے اور لوگوں سے عفو ودرگزر کا معاملہ کرتے تھے، **والکا ظمین الغیظ والعافین عن الناس** اور ان احادیث کو بھی پیش نظر رکھے کہ غصہ کے وقت اس کو کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے، اس لئے کہ غصہ نہایت ہی خطرناک اور انجام کے اعتبار سے بہت بری عادت ہے، غصہ کے وقت آدمی کو نہ اللہ تعالیٰ کے احکامات یاد رہتے ہیں اور نہ اپنے نفع اور نقصان کا خیال ہوتا ہے، جب غصہ آجائے تو حدیث میں حکم ہے کہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ دور نہ ہو تو لیٹ جائے (ترمذی) اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

غصہ شیطان کے اثر سے آتا ہے یعنی غصہ میں حدود سے تجاوز شیطان کے اثر سے ہوتا ہے اور شیطان کی پیدائش آگ سے ہوتی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے لہٰذا جب تم میں

سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کر لے۔

بنیادی طور پر شوہر کو یہ بات یاد رکھنی ہے کہ غصہ تنبیہ اور ادب سکھانے کیلئے ہوتا ہے، غصہ برائیوں کے علاج کیلئے ہوتا ہے، اپنی طاقت کے اظہار یا انتقام لینے کیلئے نہیں ہوتا ہے۔

غصہ کے سلسلے میں اب تک ہم نے جو کچھ کہا وہ شوہر سے متعلق تھا اب ایسی صورت میں جب کہ شوہر غصہ میں آگ بگولہ ہو جائے اور بے قابو ہو جائے اور مختلف قسم کی باتیں کرنے لگے تو اب بیوی کو کیا کردار اختیار کرنا چاہئے اس لئے کہ شوہر کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کا نسخہ بھی اسی کے پاس ہے اور اس کو غصہ میں اور بھڑکانے کا نسخہ بھی اسی کے پاس ہے، ہمیں معلوم ہے کہ شوہر نے تم پر زیادتی کی ہے، تمہیں بُرا بھلا کہا ہے، تمہارے ماں باپ اور خاندان کو تک گن دیا ہے، ہمیں معلوم ہے کہ شوہر نے تم سے کڑوی گفتگو کی ہے، ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ شوہر کی بعض عادتیں تمہیں پسند بھی نہیں لیکن ان تمام حقائق کے باوجود شوہر کے قابو میں لانے، اس کے غصہ کی آگ کو بھڑکانے کے بجائے بجھا دینے کا سب سے پہلا نسخہ یہ ہے کہ تم اپنے قصور کا اعتراف کرلو اور اقرار کرلو کہ غلطی تم سے ہوئی ہے اور ساتھ ہی معافی کے دو بول بھی اپنی زبان سے ادا کرو، اس میں تمہارا انا کا نقصان نہیں ہے۔

اگر تم نے اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرایا اور معافی بھی مانگ لی تو اس میں تمہاری ذلت و رسوائی نہیں بلکہ تمہارے با اخلاق ہونے کی علامت ہے، جب شوہر کا غصہ تھم جائے گا اور وہ تنہائی میں بیٹھ کر اپنی بے لگام زبان سے اگلی ہوئی باتوں پر غور کرنے لگے گا اور تمہاری معافی کے جملوں کو اپنے ذہن میں دہرانے لگے گا تو وہ اپنے دل ہی دل میں یہ فیصلہ کرنے لگے گا کہ میں ظالم اور قصوار ہوں، زیادتی میری ہی ہے، غصہ میں میں نے بہت کچھ کہہ دیا ہے لیکن میری بیوی کے اخلاق و کردار واقعی اچھے ہیں وہ کس قدر بردبار، صابرہ اور سنجیدہ ہے کہ اس نے فوراً ہی اپنی غلطی کو تسلیم کرلیا اور معافی بھی مانگ لی۔

اور شوہر کے غصہ کو دور کرنے کا دوسرا نسخہ یہ ہے کہ تم یہ طے کرلو کہ جو کچھ کہا جائے گا میں اس کا جواب خاموشی سے دوں گی، ایسے موقع پر تھوڑی دیر کیلئے تمہارا خاموش ہو جانا

سارے مسائل کے حل ہوجانے کا ذریعہ بن جائے گا،شوہر کے زبانی جملوں کا جواب اگر بیوی اپنی زبان سے دو بدو دیتی چلی جائے گی تو اس میں نہ شوہر کا فائدہ ہے نہ بیوی کا، اور یہی تلخ مباحثے اور مکالمے دونوں کی زندگی کیلئے داغ ثابت ہوں گے، اگر بیوی زبان دراز ہے اور دوبدو جواب دینے کی عادی ہو تو شوہر کو چاہیے کہ وہ اس پر بے حد غصہ ہوکر اپنے پیر پر کلہاڑی نہ مارلے، نارمل حالات میں بیوی کو ایسی کتابیں اورلٹریچر فراہم کرے، جس میں کامیاب ازدواجی زندگی کیلئے جن امور کی ضرورت ہے ان پر سیر حاصل گفتگو ہو، اور شوہر کی فضیلت، اہمیت،فوقیت کے سلسلہ میں کافی مواد ہو، اگر شوہر دانشمندی اور عقلمندی سے کام لیتے ہوئے آہستہ آہستہ عورت کے اندر اچھے اخلاق و عادات اور فرمانبرداری کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ دن دور نہیں کہ وہی عورت اس کے سکون، راحت اور خوشی کا سامان بن جائے۔

ازدواجی زندگی میں اختلافات کا پیدا ہوجانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، لیکن تعجب تو اس وقت ہوگا جب دونوں طرف سے اختلافات میں شدت پیدا کی جائے، ہر اختلاف کا حل موجود ہے بشرطیکہ دونوں کی نیت میں درستگی ہو۔

موافقت کا رویہ اختیار کرنا چاہئے

ازدواجی زندگی اچھی حالت میں بھی گزر جاتی ہے، بری حالت میں بھی، یہ زندگی تو درمیانی راستہ میں یہ کہہ کرنہیں رُکے گی کہ تم دونوں لڑتے رہو میں رکی رہوں گی، جب تم دونوں ایک دوسرے کے موافق ہوجاوگے تو پھر میں چلنا شروع کروں گی، جب زندگی ہر حالت میں گزر ہی جائے گی تو کیوں نہ ہم اس زندگی کو چین آرام، راحت، محبت کے ساتھ گزاریں،ظاہر ہے کہ موافقت میں بھی دونوں کو ایک ہی گھر میں رہنا ہے اور مخالفت کے ماحول میں بھی دونوں کو ایک ہی گھر میں رہنا ہے، جب دونوں ایک دوسرے کیلئے لازم ملزوم ہیں،اور دونوں کے ایک جگہ رہنے کی صورت میں چھوٹی موٹی باتیں آہی جاتی ہیں، دو برتن

ایک جگہ ہوں تو آواز تو آ ہی جاتی ہے، میاں بیوی ایک ساتھ ہوں تو کوئی نہ کوئی بات چھڑ جاتی ہے لیکن دونوں کو ایک ہی بات پر غور کرنا ہے کہ ہم کو تو اب ایک ہی ساتھ زندگی گزارنی ہے اور یہ عارضی زندگی میں چند دن ہی تو رہنا ہے، کیوں نہ ہم ایک دوسرے کے لئے معین ومددگار بن جائیں، کیوں نہ ہم ایک دوسرے کی تکلیف وراحت میں دل وجان سے شریک ہوجائیں، کیوں نہ ہم ایک دوسرے سے اہم معاملات میں مشورہ کرلیں، کیوں نہ ہم ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں اگر دونوں مخالفت کا رویہ چھوڑ کر موافقت کا رویہ اختیار کرنے لگ جائیں اور اپنے گھر کو جنت نما بنانے کی فکر کرنے لگیں اور اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنے میں دونوں محنت کرنے لگیں تو ایک گھر سارے گھروں کیلئے مثال بن سکتا ہے۔

اتنا ضرور ہے کہ موافقت کا ماحول پیدا کرنے کیلئے اپنی انا کو مجروح کرنا پڑتا ہے، اپنی خواہشات کو پیچھے ڈالنا پڑتا ہے اپنے چند اِرادوں اور تمناؤں کو بھولنا پڑتا ہے، اپنے نفس کو کچھ کچلنا پڑتا ہے، اپنے آرام کی تھوڑی بہت قربانی دینی پڑتی ہے، اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا پڑتا ہے لیکن ان قربانیوں کے جو عمدہ اور مفید نتائج سامنے آئیں گے ان سے جو خوشی میسر ہوگی وہ بے حد وحساب ہوگی۔

ایک دوسرے کے رشتہ داروں کا احترام

فطری اور طبعی طور پر ہر مرد اور عورت کو اپنے ماں باپ، بھائی ،بہن اور دیگر قریبی رشتہ داروں سے محبت والفت ہوتی ہے، کوئی مرد اس تلخ حقیقت کو برداشت نہیں کرتا اور اس طرح کوئی عورت بھی کہ کوئی دوسرا شخص اس کے ماں باپ، بھائی، بہن اور رشتہ دراوں سے گستاخی کرے، ان کے ساتھ نازیبا سلوک کرے، ان کو برا بھلا کہے اور گالیاں دے اس لئے کہ فطرت میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک مرد اور عورت کے دل میں اپنے رشتہ داروں کی محبت رکھی ہے، اس حقیقت کو ہر ذی شعور تسلیم کرتا ہے، کوئی جانور ہی ہوگا جو اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرے۔

اس حقیقت کو مان لینے کے بعد ہم یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ جب ایک اجنبی لڑکا اور لڑکی نکاح کے ذریعہ ایک ہوجاتے ہیں اور ازدواجی زندگی کے سفر کا آغاز کرتے ہیں تو دونوں پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ماں باپ بھائی بہن اور دیگر رشتہ دراوں کا احترام کریں اور اگر چھوٹے ہوں تو شفقت سے پیش آئیں، اور اپنی طرف سے جس قسم کی مہمان نوازی کی جاسکتی ہے اور جس انداز سے ان سے پیش آنا عقل وشعور کا تقاضہ ہے اس انداز سے پیش آئیں ،شوہر کا احترام کرے، ان کی خدمت واطاعت کرے، اور ان کی خاطر وتواضع کرے، اور بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کے ماں باپ کو اپنے ماں باپ کا مقام دے، ان کا احترام کرے، ان کی خدمت واطاعت کرے، ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھے ،ان کو اپنے اخلاق وکردار سے خوش رکھے۔اسی طرح ایک دوسرے کے بھائیوں، بہنوں اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بھی شرعی حدود میں رہتے ہوئے احترام وشفقت کا پہلو پیش نظر رہے۔

اگر دونوں کے اندر ایک دوسرے کے ماں باپ اور رشتہ داروں کا خیال رہے گا تو پھر یہ چیز دونوں کے درمیان محبت کو بڑھا دے گی اور ازدواجی زندگی صحیح سمت پر چلنے لگے گی، اور جس لمحہ سے اس کے برعکس معاملہ شروع ہوگا۔ وہیں سے محبت میں دراڑیں پیدا ہوں گی، آپس میں خلیج پیدا ہوگا اور یہی چیز دونوں کی تلخ زندگی کا سبب بھی بن جائے گا،شوہر کا بیوی کی ہر چیز کو اپنی سمجھنا اور بیوی کا شوہر کی ہر چیز کو اپنی تصور کرنا اور دونوں کا ایک دوسرے کو الگ نہ سمجھنا اور ہر ناگفتہ بہ حالت میں تحمل، برداشت اور ایثار سے کام لینا ہی ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانا ہے۔

ایک دوسرے کے تلخ لہجے اور جملے پر ایک میٹھا جواب غصہ کی آگ کو بجھا سکتا ہے۔

حضور ﷺ کی ہدایات

عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰہ فاتقوا اللّٰہ فی النساء فانکم اخذ تموھن بامان اللّٰہ واستحللتم فروجھن بکلمة اللّٰہ ولکم علیھن ان لایوطئن فرشکم احداً تکرھونہ فان فعلن ذالك فاضربوھن ضربا غیر مبرح ولھن علیکم رزقھن وکسوتھن بالمعروف ۔ (کتاب الحج مسلم کتاب المناسك ،ابوداود)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہوتم نے اللہ کی امان سے ان کو اپنے عقد میں لیا ہے اور اللہ کے کلمہ کی وجہ سے تم ان کی عصمت کے مالک بنے ہو، ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کسی ایسے آدمی کو نہ روندنے دیں جس کو تم پسند نہیں کرتے اگر وہ یہ غلطی کریں تو پھر تم ان کی پٹائی کرو، ایسی پٹائی جو انہیں مجروح (زخمی) نہ کردے۔اور تم پر عورتوں کا حق یہ ہے کہ دستور کے مطابق ان کا لباس اور نفقہ تمہارے ذمہ ہے۔

مذکورہ حدیث خطبہ حجۃ الوادع کا ایک حصہ ہے آپ ﷺ نے اپنے آخری حج کے موقع پر منیٰ میں جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے جو میاں بیوی کے حقوق سے متعلق ہے اس حدیث میں دونوں کو ہدایتیں دی گئی ہیں۔

ابتدائے اسلام میں جب کہ ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے عرب میں یہ عام رواج تھا کہ اجنبی آدمی گھر میں آکر خواتین سے باتیں کرتا رہتا، یہ بات اس زمانے میں ان کے نزدیک معیوب نہ تھی، حضور ﷺ نے اس رواج کو منسوخ کردیا اور حکم دیا کہ آئندہ کوئی عورت اپنے گھر میں کسی ایسے آدمی کو آنے کی اجازت نہ دے جس کا آنا اس کے شوہر کو ناگوار معلوم ہو، یہ بیوی پر شوہر کا حق ہے۔

اس سلسلہ میں شوہر کو یہ ہدایت دی گئی کہ اگر منع کرنے کے باوجود عورت کسی اجنبی مرد کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دیتی ہے تو مرد کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کی پٹائی کرے، پٹائی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس طرح مارے جیسے جانوروں کو لوگ بڑی بے دردی سے مارتے

ہیں (حالانکہ جانوروں کو بھی بے حد مارنے کی اجازت نہیں ہے) آپ ﷺ نے تفصیل بیان فرمائی کہ پٹائی اس طرح ہو کہ بیوی کا جسم زخمی نہ ہو۔

اور شوہر بیوی کا حق حضور ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق اس کے کھانے پینے، رہنے سہنے، اوڑھنے اور زندگی کی دیگر ضروریات کا انتظام کرے۔

ایک دوسرے کے عیبوں کو چھپائیں

میاں بیوی کا معاملہ بالکل نجی معاملہ ہوتا ہے، جتنا پرائیوٹ معاملہ میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے شاید کسی اور کے درمیان ہوتا ہو، اور میاں بیوی کے درمیان جو جسمانی روابط ہوتے ہیں وہ راز ہوتے ہیں، شادی کے بعد شوہر بیوی سے لطف اندوز ہوتا ہے اور بیوی شوہر سے لطف اندوز ہوتی ہے، ان کے درمیان کا یہ معاملہ بالکل نجی اور پرائیویٹ قسم کا ہوتا ہے، یہ ایک راز ہوتا ہے جس سے صرف دونوں ہی واقف ہوتے ہیں، اس راز کو راز ہی میں رہنا چاہئے، شرم وحیا کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اسے پوشیدہ ہی رکھا جائے اور انسانی عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ اس کو صیغۂ راز میں رکھا جائے ورنہ اس میں جانور میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

عن ابی سعیدہ الخدری ؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان من اشر الناس عند اللّٰہ منزلة یوم القیمة الرجل یفضی الی امراته و تفضی الیه ثم ینشرسرھا۔(کتاب النکاح مسلم کتاب الادب ابوداود)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ ہے جو اپنی بیوی سے لطف اندوز ہوتا ہے اور وہ اس سے لطف اندوز ہوتی ہے پھر وہ اس کا راز فاش کرتا ہے''

شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کی کمزوریوں، خامیوں اور عیبوں کا انکشاف کسی کے سامنے نہ کرے حتیٰ کہ اپنے ان دوستوں کے سامنے بھی نہیں جنکو وہ اپنا ہمراز سمجھتا ہے۔

عورت کی کسی ایسی خوبی کا تذکرہ کسی کے سامنے کرنا بھی گناہ ہے جس خوبی کو چھپانا بہت

ضروری ہوتا ہے، میاں بیوی کے درمیان راز کی باتوں کو حدیث میں امانت قرار دیا گیا ہے، اور فرمایا گیا کہ بہت بڑا خیانت کرنے والا اور بے شرم ہے وہ شوہر جو لوگوں کو اپنی بیوی سے جنسی تعلق کی کارگزاری سناتا ہے یا ان کو اپنی بیوی کے کسی عیب یا خوبی سے آگاہ کرتا پھرتا ہے۔

آج کل نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں یہ ایک فیشن بن چکا ہے کہ وہ اپنے ان دوستوں اور سہلیوں سے جن کی ابھی ابھی شادی ہوئی ہوتی ہے، ان کی پرائیوٹ معاملات کی تحقیقات کرتی ہیں اور وہ بھی بے حیا و بے شرم بن کر ساری روداد سناتے اور سناتی ہیں۔

کسی مرد کا اپنے دوستوں کو اس قسم کی باتیں بیان کرنا اس کے بے حیا و بے شرم ہونے کی علامت ہے، اسی طرح کسی عورت کا اپنی سہلیوں کو شوہر کے جنسی عمل کی تفصیل بیان کرنا اس کے بے شرم و بے حیا ہونے کی بین دلیل ہے۔

بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو

مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کریں، اور اپنی بیویوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزاریں، یعنی خوش اخلاق اور خوش گفتار سے کام لیں، انکے نان ونفقہ کی پوری فکر کریں، **وعاشروھن بالمعروف (۱۹ر النساء)** اور تم ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گذران کیا کرو۔

اس آیت کی ترجمانی کرتی ہے وہ حدیث جو امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں ابو ہریرہؓ سے اور امام مسلم نے کتاب الرضاع میں روایت کیا ہے کہ:

عن ابو ھریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ استو صوا بالنساء خیراً فان المرأة خلقت من ضلع وان اعوج شیئی فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرنہ وان ترکتہ لم یزل اموج فاستو صوابالنساء

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں میری وصیت قبول کرو،

عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپر کا حصہ بہت ٹیڑھا ہوتا ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اگر تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی، بس تم عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں میری وصیت قبول کرو‘‘

حضور ﷺ نے بلیغانہ اور پر اثر انداز میں اپنی اُمت کے مردوں کو عورتوں سے متعلق جو وصیت فرمائی ہے وہ ہر مرد کیلئے نہ صرف قابل غور بلکہ لائق عمل بھی ہے، اسی وصیت پر عمل پیرا ہونے کے بعد یہ بات ممکن ہے کہ دونوں کی زندگی خوشی اور خوشحالی کے دائرہ میں گزرنے لگے۔

حضور ﷺ نے عورت کی ایک کمزوری کا احساس امت کے مردوں کو دیا ہے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کے اوپر کا حصہ بہت ٹیڑھا ہوتا ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ ڈالو گے، اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی فطرت ہی میں کجی اور ٹیڑھا پن رکھ دیا گیا ہے جس طرح پسلی میں ٹیڑھا پن ہوتا ہے، جس طرح انسانوں کے بارے میں یہ کہا گیا کہ فطری طور پر انسان کی فطرت میں جلد بازی ہے۔ **خلق الانسان من عجل (۳۷/ الانبیاء)** بالکل اسی طرح عورت کی فطرت میں ٹیڑھا پن ہے، اگر شوہر یہ چاہے کہ یہ بالکل سیدھی ہو جائے یہ ناممکن ہے، اس لئے نرمی اور حکمت کے ساتھ جہاں تک ہو سکے اس کے ٹیڑھے پن کی اصلاح کرتے رہنا چاہیے، یہ بھی حکمت کے خلاف ہے کہ اس کے ٹیڑھے پن سے مایوس ہو کر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اس لئے ضرورت کے موقعوں پر تنبیہ کرنے کی اور حدود میں رہتے ہوئے پٹائی کی بھی اجازت دی گئی ہے، ایسی صورت میں جبکہ عورت میں ٹیڑھا پن رہتا ہی ہے مرد کیلئے ایک ہی صورت ہے کہ وہ صبر سے کام لے اس کی کج فہمی اور کم عقلی کو برداشت کرے۔

جہاں عورت میں یہ خامی ہے وہیں اس میں سینکڑوں خوبیاں بھی تو ہیں جن سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی، وہ اپنے شوہر کیلئے کتنی قربانیاں دیتی ہے، کس قدر ایثار سے کام لیتی ہے، وہ گھر کے کام کاج میں کس قدر تھک جاتی ہے، وہ بچوں کی پرورش ونگہداشت اور اولاد کے جننے

میں کتنی تکلیفیں اور صعوبتیں جھیلتی ہے، آخر اس کی ان خوبیوں کو شوہر کیسے فراموش کرسکتا ہے،اسی لئے حضور ﷺ نے اِرشادفرمایا:

عن ابی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه ا لا یفرك مومن مومنة ان كره منها خلقا رضی منها اخر ۔ (کتاب الرضاع مسلم)

’’حضور ﷺ نے اِرشادفرمایا مومن شوہر کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ بیوی سے نفرت کرے اگر وہ اس کی کسی خصلت کوگوارانہیں کرتا تواس کی دوسری خصلت کو پسند بھی تو کرتا ہے‘‘

حکیم الامت حضرت مولانا **شاہ اشرف علی صاحب تھانویؒ** نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی بیوی بہت لڑنے والی تھی۔ ہر وقت لڑتی رہتی تھی ،جب گھر میں داخل ہوتے بس لعنت ملامت لڑائی جھگڑا شروع ہوجاتا،کسی صاحب نے ان بزرگ سے کہا کہ دن رات کی جھک جھک اورلڑائی آپ نے کیوں پالی ہوئی ہے؟ یہ قصہ ختم کردیجئے اورطلاق دے دیجئے ،تو ان بزرگ نے جواب دیا کہ بھائی! طلاق دینا تو آسان ہے، جب چاہوں گا دے دوں گا، بات دراصل یہ ہے کہ اس عورت میں بہت سے خرابیاں نظرآتی ہیں ،لیکن اس کے اندر ایک وصف ایسا ہے جس کی وجہ سے میں انکوکبھی نہیں چھوڑ نگااور کبھی طلاق نہیں دوں گا، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر وفاداری کا ایسا وصف رکھا ہے کہ اگر بالفرض میں گرفتار ہوجاؤ اور پچاس سال تک جیل میں بندرہوں تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کو جس کونے میں بٹھا کر جاؤں گا، اسی کونے میں بیٹھی رہے گی، کسی اور کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی اور یہ وفاداری ایسا وصف ہے کہ اس کی کوئی قیمت نہیں ہوسکتی۔

عورت کی بعض خصلتیں غیراختیاری ہیں ان غیراختیاری خصلتوں پر شوہر کا طنز کرنا،اور اس پر طعن وتشنیع اورلعنت وملامت کرنا دانشمندی کی بات نہیں ہے، ہاں! عورت کی وہ خصلتیں جو اختیاری ہیں ان میں وہ جائز تنقید کا حق رکھتا ہے، بیوی سیاہ فام ہے، بدصورت ہے، تخلیقی اعتبار سے اس میں کوئی عیب ہے، پیدائشی اعتبار سے وہ کچھ معذور ہے یا پستہ قد اور مریل ہے تو ظاہر ہے کہ یہ وہ چیزیں ہیں جوعورت کے اپنے اختیار کی نہیں ہیں، ان معاملات میں عورت

کوطعنہ دینا اس بات کی علامت ہے کہ شوہر کے پاس سب کچھ ہے مگر عقل نہیں ہے۔

بعض عورتیں قبول صورت یا بدصورت ہوتی ہیں لیکن اتنی حساس، ہمدرد با مروت، با غیرت باحیا، با اخلاق وباکرادار، باشعور، کفایت شعار، محبت والفت کا سرچشمہ، اور جان نثاری کا جذبہ رکھنے والی ہوتی ہیں کہ ایسے دلکش اوصاف بعض اوقات ایک حسین وجمیل عورت میں بھی نہیں ہوتے۔

ازدواجی زندگی میں حسن ایک ہی چیز نہیں ہے جس کی بنیاد پر محبت قائم کی جائے بلکہ اور بھی اوصاف ہیں جولائق دید ہیں۔

بیوی کو یہ اختیار ہے

امام بخاریؒ نے کتاب النفقات میں حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی (ہندہ) کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہند حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ابوسفیان بخیل آدمی ہیں وہ مجھے اتنا نفقہ نہیں دیتے جو مجھے اور میرے بچوں کو کفایت کرے اِلّا یہ کہ میں ان کے علم کے بغیر ان کے مال سے لے لوں، کیا مجھے اس پر گناہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم دستور کے مطابق ان کے مال سے اتنا نفقہ لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کو کافی ہوجائے۔

حضرت ابوسفیانؓ اپنے بال بچوں کو نپا تلا نفقہ دیتے تھے جو ان کیلئے بالکل ناکافی ہوتا تھا، ان کی بیوی کے سامنے اور کوئی صورت نہیں تھی سوائے اس کے کہ وہ ابوسفیان کے مال میں سے ان کی اطلاع کے بغیر کچھ لے لیں، چنانچہ وہ لے لیا کرتی تھیں، لیکن ان کے دل میں بار بار یہ سوال ابھرتا تھا کہ کیا اسلام میں اس طرح اپنے شوہر کے مال کا اس کی اطلاع کے بغیر لینا جائز ہے؟ اسی سوال نے ان کو بےچین کیا اور وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور اپنی الجھن پیش کی، آپ ﷺ نے انہیں اس بات کی اجازت دی، اس شرط پر کہ جتنا مال وہ لیتی ہیں وہ دستور کے موافق ہو اور معروف طریقہ سے ہو، معروف طریقہ سے لینے کا مطلب یہ ہے کہ ایک

غیر جانبدار آدمی کی نگاہ میں وہ مال جو وہ لے رہی ہے معقول اور مناسب بھی ہو۔ جو حالت ہندہ بنت ابی ہالہ کو پیش آئی ایسی حالات آج کل کی خواتین کو بھی بعض مرتبہ پیش آتی ہیں۔

ہر عورت کے شوہر کا مزاج ایک نہیں ہوتا کوئی سخی ہوتا ہے، کوئی بخیل ہوتا ہے، کوئی تنگ ظرف ہوتا ہے کوئی وسیع الظرف ہوتا ہے، اگر شوہر نان ونفقہ کے معاملہ میں بخیل ہو اور معقول انداز میں نفقہ دینے کیلئے تیار نہ ہو تو ظاہر ہے کہ وہ عورت اپنے بچوں کے اخراجات اور اپنے گھر کے ضروریات کی تکمیل کس طرح کر سکے گی، ایسی صورت میں اگر عورت کیلئے یہ راستہ بھی بند کر دیا جائے (کہ وہ اپنے شوہر کا مال اس کی اطلاع کے بغیر لے) تو ظاہر ہے کہ وہ مجبور محض ہو جائے گی پھر اس کیلئے مسائل کھڑے ہوں گے حضور ﷺ کی نگاہِ دور بین نے اس حقیقت کو بھانپ لیا اور مسائل کا جائز حل آپ ﷺ نے پیش فرمایا دیا۔

آج بھی بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کے مال میں سے کچھ نہ کچھ کبھی کم کبھی زیادہ، کسی نہ کسی صورت میں لے لیتی ہیں اگر چہ کہ یہ عورتوں کے راز کی بات ہے مگر ہم مردوں کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ محتاط رہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حدیث کو ڈھال بنا کر اپنی ضرورت پوری کرنے کے بجائے اسراف اور فضول خرچی کرنے لگ جائیں۔

ویسے بھی بہت سے مردوں کو عورتوں کا یہ پوشیدہ عمل معلوم ہے مگر ان کی کشادہ ذہنی ہے کہ وہ عورتوں کے اس عمل سے چشم پوشی کر لیتے ہیں، آج کل مرد تھوڑے ہی اتنے بھولے بھالے ہیں کہ انہیں کچھ محسوس ہی نہ ہو۔

شوہر پر بیوی کے چار حقوق

عن معاویہ القشیریؓ قال اتیت رسول اللہ ﷺ قال فقلت ماتقول فی نساء نا؟ قال اطعموھن مما تاکلون واکسوھن مما تکسون ولا تضربو ھن ولا تقبحوھن۔ (کتاب النکاح ابوادود)

حضرت معاویہ قشیریؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوا اور عرض کیا ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم انہیں کھلاؤ جو کچھ تم کھاتے ہو اور انہیں پہناؤ جو تم پہنتے ہو، ان کی پٹائی نہ کرو اور انہیں برا نہ کہو۔

نبی رحمت ﷺ نے بیوی سے متعلق شوہر پر چار قسم کے حقوق نافذ فرمائے ہیں جن میں پہلا حق یہ ہے کہ انہیں کھلایا جائے وہ جو خود کھاتا ہے، حضور ﷺ نے بڑی ہی دور اندیشی سے یہ جملہ ارشاد فرمایا: پیارے پیغمبر ﷺ صرف اتنا فرمادیتے کہ تم ان کو کھلاؤ، صرف انہیں کھلانا تمہارے ذمہ ہے تو ظاہر ہے کہ شوہر عورت کو دال روٹی اور بھاجی پر قناعت کرنے کی ترغیب دیتا اور خود مرغن غذائیں کھاتا اور اگر اس سے پوچھا جاتا کہ تم خود تو بڑی مقوی اور مرغن غذائیں کھا رہے ہو اور بیوی کو دال روٹی پر بس کر رہے ہو تو وہ فوراً یوں کہہ کر بری الذمہ ہو جاتا کہ دیکھو حدیث میں صرف شوہر پر بیوی کو کھلانے کی ذمہ داری دی گئی ہے، یہ نہیں کہا گیا ہے کہ میں جو کھاؤں، وہ کھلاؤں آپ ﷺ نے بڑی ہی دور اندیشی سے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ تم جو کھاتے ہو وہ کھلاؤ، اگر واقعی تمہارے پاس اتنی ہی استطاعت ہے کہ دال روٹی کھاؤ تو بس تم بھی کھاؤ اور بیوی کو بھی وہی کھلاؤ، اور اگر تم گوشت، مچھلی اور پلاؤ کھاؤ تو اس کو بھی وہی کھلاؤ۔

حضور ﷺ نے ایک ایسا جملہ بیان فرمادیا جس میں انصاف کا دریا ابل رہا ہے، آج کل کے بعض تنگ ظرف، حریص اور بے مروت شوہروں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ اچھی سے اچھی، عمدہ سے عمدہ، معیاری سے معیاری، لذیذ سے لذیذ، مقوی تر اور منفعت بخش غذائیں خود کھاتے ہیں، اپنی قوت، اپنی صحت وتندرستی کا خوب خوب لحاظ رکھتے ہیں اور بیچاری بیوی کے حصہ میں وہی چیزیں فراہم کرتے ہیں جو اس میں سے بچ جاتی ہیں۔

بعض شوہروں کی یہ بھی عادت ہوتی ہے کہ گھر میں بیوی بچوں کیلئے تو سادہ غذائیں فراہم کر رہا ہے اور خود کا حال یہ ہے کہ طبعیت ان غذاوں سے اچاٹ ہو جانے پر ہوٹلوں میں مرغن اور قیمتی ڈش کے مزے لوٹ رہا ہے، ظاہر ہے کہ اسلام اس بے مروتی کا مخالف ہے اور پیارے پیغمبر ﷺ کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔

اس حدیث میں شوہر پر بیوی کا جو دوسرا حق بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ اپنی بیوی کو پہناؤ جو تم

پہنتے ہو،اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اپنی بیوی کو مردانہ لباس پہنایا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس معیار کا لباس تم پہنتے ہو اسی معیار کا لباس اپنی بیویوں کو پہناؤ اس معاملہ میں عورتیں مردوں سے کئی قدم آگے ہی ہیں، کھانے پینے کے معاملہ میں ہوسکتا ہے مرد عورت سے چار قدم آگے ہو مگر پہننے اوڑھنے کے معاملہ میں عورت کا معیار مرد کے مقابلہ میں آٹھ قدم آگے ہی ہیں، آج کل عورتوں کے کپڑوں کے پہننے میں تلون مزاجی بہت بڑھ گئی ہے، اگر عید آگئی تو گھر میں چار مردوں کے کپڑوں کیلئے جتنا خرچ آتا ہے اکیلی عورت کے کپڑوں پر اس سے زیادہ خرچ آتا ہے، اس معاملہ میں مردوں کی تعریف کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی محنت کا پیسہ کس طرح ان کے کپڑوں کیلئے خرچ کرتے ہیں لیکن یہاں ایک نکتہ یہ بھی قابل غور ہے کہ عورت اگر معیاری کپڑے پہنتی ہے تو شوہر کیلئے ہی تو پہنتی ہے گویا عورت کا معیاری کپڑوں کا انتخاب کرنا اپنے شوہر کی دلجوئی کے پیش نظر ہی ہوتا ہے، اگر بات ایسی ہی ہے تو پھر عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی زیب وزینت کے لباس کو اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر نہ کریں ورنہ بات اس محاورہ کے مصداق ہوجائے گی کہ......

محنت کرے مرغا انڈے کھائے فقیر

حضور ﷺ نے شوہر پر بیوی سے متعلق تیسرا حق یہ بیان فرمایا کہ وہ اس کی پٹائی نہ کرے۔

چھوٹی چھوٹی باتوں پر بیوی کو بے تحاشا مارنا شریعت کی نگاہ میں ظلم قرار دیا جائے گا، اگر عورت نافرمانی اور سرکشی کرے تو سمجھا بجھا کر اس کی اصلاح کرنی چاہئے اور اگر جب بھی نہ مانے تو شوہر کو چاہیے کہ خوابگاہ میں اس سے علحدہ رہے، اگر اس تدبیر کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہورہا ہو تو وہ اسے اب مار بھی سکتا ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے اس قدر مارنے کی اجازت بھی دوسری جگہ دی ہے کہ عورت زخمی اور مجروح نہ ہو، یعنی ہلکی مار مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن مارنے کے سلسلہ میں پیارے پیغمبر ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کے منہ پر نہ مارو کیونکہ منہ نہایت لطیف اور نازک اعضاء پر محیط ہونے کی وجہ سے جسم کے دوسرے اعضاء کے مقابلہ میں زیادہ عظمت وشرف کا حامل ہے۔

حضور ﷺ نے شوہر پر بیوی کا چوتھا حق یہ بتایا ہے کہ اسے برا نہ کہا جائے، یعنی شوہر اپنی بیوی کو ضرورت پڑنے پر اخلاق وتہذیب کے دائرہ میں رہ کر ڈانٹ ڈپٹ کرسکتا ہے لیکن اس کو کسی کے سامنے رسوانہیں کرسکتا اور نہ اسے گالی دے سکتا ہے۔ شوہر کو چاہئے کہ وہ عام لوگوں کے سامنے اس کی توہین بھی نہ کرے اور نہ اس کی خامیوں کی تشہیر کرے اور اسے مختلف قسم کے جملوں کے ذریعہ بدنام بھی نہ کرے۔

اچھا آدمی کون ہے؟

اچھا آدمی اگر نماز پڑھے اور روزہ رکھ لے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اچھا آدمی ہے، آدمی اگر زکوۃ دے، حج کرے اور خیر خیرات کرے تو اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اچھا آدمی ہوگیا، حضور ﷺ نے کتنی پیاری تہذیب کا وجود بخشا اور آدمی کے اچھا ہونے کا معیار ایک ایسی چیز کو قرار دیا جس چیز کو عموماً آدمی اہمیت نہیں دیتا، حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

عن عائشہؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ خیر کم خیر کم لاھلہ وانا خیر کم لاھلی۔ (ابوب المناقب ترمذی)

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے بال بچوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے، میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں“

جو لوگ کسی انسان کے اچھا ہونے کا معیار اپنے علم واندازے کے مطابق بنالیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معتبر نہیں ہے، جس کو آپ ﷺ نے اچھا قرار دیا وہی سب کی نگاہوں میں اچھا تصور کیا جائے گا، اور جو لوگ نماز، روزہ، ذکر، تلاوت، حج، زکوٰۃ، لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی، اور عمدہ مہمان نوازی کرتے ہیں اور ان کا معاملہ اپنی بیوی کے ساتھ برا ہے اور بیوی اپنے دل کی گہرائی سے اس کو برا سمجھتی ہے اور اس کی ناشائستہ حرکتوں اور مظالم کی وجہ سے اس کو مجرم تصور کرتی ہے تو وہ شخص چاہے لاکھوں سجدے کرلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نگاہوں میں وہ ایک اچھا انسان نہیں سمجھا جائے گا بشرطیکہ اس کی بیوی حق پر ہو اور انصاف کے دائرہ میں ہو

حضور ﷺ بہترین شوہر بھی ہیں

حضور ﷺ نے اگر یہ فرمایا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں، اس لئے سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے کہ آپ نے دنیا میں ایک بہترین شوہر بن کر اپنی امت کو بتایا کہ شوہر بننا ہو تو میری طرح بن جاو۔

حضور ﷺ کے بہترین شوہر ہونے کی گواہی خود آپ ﷺ کی زوجۂ محترمہ اور ہم سب کی ماں حضرت عائشہؓ دے رہی ہیں، چنانچہ حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کام کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ ﷺ ہمیشہ اپنے گھر والوں کی خدمت کرتے، جب اذان سنتے تو نماز ادا کرنے کیلئے باہر تشریف لے جاتے۔

پیغمبروں کے سردار، روز محشر کے شافع، حبیب خدا، مخلوقات میں سب سے بلند رتبہ کے حامل رسول عربی ﷺ اپنے گھر میں کس سادگی اور عاجزی وانکساری سے رہتے ہیں کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں اپنے ذاتی امور اپنے ہاتھ سے انجام دے رہے ہے اور نہ صرف اپنا کام بلکہ گھر والوں کی خدمت میں بھی مشغول ہیں، یہ کسی ایک دن کا معمول نہیں بلکہ ہمیشہ کی عادت ہے کہ گھر میں آتے ہی وہ سارے کام کر رہے ہیں جو عموماً لوگ گھروں میں کرتے ہیں، آپ ﷺ گھروں میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹا رہے ہیں، اپنے کپڑے آپ سی رہے ہیں، اپنی بکریوں کا دودھ خود دوہ رہے ہیں، پانی کے ڈول میں سوراخ ہوگیا ہے تو آپ ﷺ اپنے دست مبارک سے خود درست فرما رہے ہیں، اپنے جوتوں کو اپنے ہاتھوں سے سی رہے ہیں، گھر کے کام میں اس قدر مصروف ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کا یہ عالم ہے کہ اذان سنتے ہی نماز کی طرف متوجہ ہیں۔ فرماتی ہیں: حضرت عائشہؓ کہ جب اذان ہوجاتی تو ایسے ہوجاتے کہ گویا ہمیں پہچانتے ہی نہیں۔ آج امت کے عام افراد کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں اپنا کام کرنے اور اپنے گھر کو جھاڑو دینے اور برتین دھونے کو عار اور معیوب سمجھتے ہیں، وہ کام جس کو آپ ﷺ نے کیا وہ عار کا ذریعہ کیسے ہوسکتا ہے؟۔

بیویوں کے درمیان انصاف

اسلام افراط وتفریط سے پاک ایسا مذہب ہے جس میں اعتدال (میانہ روی) کوملحوظ رکھا گیا ہے، زمانۂ جاہلیت میں ایک آدمی بیسیوں عورتوں سے شادی کرتا تھا، اس زمانہ میں عورت ایک کھلونے کی طرح تھی چونکہ عورتوں کے حقوق کا دروازہ بند تھا اس لئے مرد آزادانہ طور پر جتنی عورتوں کو چاہے اپنے ماتحت میں رکھتا تھا۔

اور دوسری طرف آج کی مغربی تہذیب نے عریانیت، زنا جیسے امور کے دروازے کھول دیئے اور ایک سے زائد شادی کو غیر مہذب اور ناشائستہ حرکت اور وحشیانہ عمل قرار دیا، ان کے نزدیک سینکڑوں عورتوں سے جنسی ربط کوئی معیوب بات نہیں لیکن ایک سے زائد عورتوں کو جائز طریقہ سے بیوی بنا کر رکھنا معیوب بات ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں وہ بیماری تو مغربی تہذیب میں یہ بیماری، اسلام نے سنجیدہ، واجبی اور تہذیب وتمدن سے آراستہ ایک ایسا راستہ منتخب کیا جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط، قرآن نے صراحت کے ساتھ بتایا۔

فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنٰی وثلٰث وربٰع کہ ایک شوہر کو بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت ہے، چار شادیوں کا حکم نہیں بلکہ اجازت ہے کہ اختیار ہے کہ ضرورت پر چار تک کی اجازت ہے، مختلف وجوہات اور حکمتوں کی بنیاد پر اسلام نے اس کی اجازت دی ہے۔

بعض لوگ صرف ایک بیوی پر قناعت نہیں کر سکتے اگر وہ دوسری شادی نہ کریں تو ان کے گناہ میں ملوث ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اسلام فحش کاری کی کسی بھی صورت میں اجازت نہیں دیتا، بیوہ اور مطلقہ عورتوں کے نکاح کے مسائل ایسی صورت میں حل ہوجاتے ہیں اور ایسی عورتوں کو بھی ایک سہارا مل جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر بیوہ اور مطلقہ عورت سے کنوارا نوجوان بھی نکاح کرنے سے اگر گریز کرے اور شادی شدہ مرد بھی شادی سے گریز کرے تو وہ

کس طرح اپنی موت تک تنہا زندگی گزارے گی؟ آخر اس کے بھی تو جذبات ہوتے ہیں، عوماً عورتوں کو یہ خدشہ ہوتا ہے کہ جب اس کے شوہر کی دوسری بیوی سوتن بن کر آئے گی تو وہ اس کے حصہ کا آدھا حصہ لے لے گی، پہلی بیوی کا اس طرح سوچنا ایمان کے منافی ہے، ہر آدمی کو اتنا ہی ملتا ہے جتنا اس کے مقدر میں ہوتا ہے یا عورت کو یہ خوف ہوتا ہے کہ وہ دوسری شادی کے بعد اس کا ہی ہو کر رہ جائے گا اور اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہ دے گا، بعض عورتوں کا اس طرح سمجھنا واجبی اس وقت لگتا ہے جب کہ شوہر واقعی دونوں کے درمیان ناانصافی کرنے لگے اور کسی ایک کی طرف جھک جائے، اور اس ناانصافی کی اجازت اسلام تو نہیں دیتا خود قرآن مجید نے اس کی وضاحت کردی فان خفتم أن لا تعدلوا فواحدة (۳/النساء) پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہ کرسکو تو ایک ہی بیوی پر بس کردو۔

معلوم یہ ہوا کہ شوہر کو ایک سے زائد بیویوں کے رکھنے کی اجازت اسی وقت ہے جب کہ وہ اپنی بیویوں کے درمیان انصاف کرسکتا ہے۔ایسے ظالم شوہر جو اپنی پہلی بیوی پر دوسری بیوی کے آنے کے بعد بے توجہی اور لاپرواہی کے ذریعہ ظلم کرتے ہیں وہ کل قیامت کے دن اللہ کے حضور حاضر ہوں گے تو ان کی حالت بد سے بدتر ہوگی۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب آدمی کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل (انصاف) نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا بدن گرا ہوا ہوگا۔

وہ لوگ جو دوسری شادی کے خواہاں ہوں اس اقدام سے پہلے اپنا جائزہ لے لیں کہ کیا وہ واقعی دو بیویوں کے درمیان انصاف کرسکیں گے؟

بیوی شوہر کو خوش رکھے

ہوشمند، دانا، سمجھدار، موقع شناس اور مزاج شناس عورت کیلئے یہ معاملہ کوئی مشکل نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کو خوش رکھے، عورت اگر چاق و چوبند، پاک صاف، اطاعت گزار، فرمانبردار

خدمت گزار، ملنسار، خوش مزاج، ہمدرد، رحمدل، امانتدار اور سنجیدہ مزاج ہو تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو جائے، ایسی عورتوں پر تو شوہر اپنا تن، من، دھن سب کچھ لٹا دیتے ہیں۔ اگر بیوی شوہر کی رائے کا احترام کرے، اس کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھے، اس کے مال کی حفاظت کرے، اس کے جائز احکامات کی اطاعت کرے تو ظاہر ہے کہ شوہر اس سے نہ صرف خوش ہوگا بلکہ دل کی گہرائیوں سے اس کیلئے دعائیں دے گا اور اس کی جدائی کے تصور ہی سے اس کو صدمہ ہونے لگے گا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ (کسی عذر کے بغیر) آنے سے انکار کردے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں، بعض روایتوں میں ہے کہ اس پر اللہ کا غضب مسلط ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو جائے۔

حضور ﷺ نے اس عورت کیلئے جنت کی بشارت دی جس عورت کا شوہر اس سے راضی ہو، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشار فرمایا: جس عورت کی وفات کے وقت اس کا شوہر اس سے راضی ہے وہ جنت میں جائے گی (ابواب الرضاع ترمذی)

بیوی پر شوہر کے تین حقوق

جس طرح شوہر کے بیوی کے حقوق ہیں (جن کو بیان کیا گیا) اسی طرح بیوی پر شوہر کے بھی حقوق احادیث شریفہ میں بیان کئے گئے ہیں، اس حدیث میں جس کے روای حضرت ابوہریرہؓ ہیں حضور ﷺ نے بیوی پر شوہر کے تین حقوق بیان فرمائے ہیں۔

عن ابی هریرةؓ ان رسول اللّٰه ﷺ قال لاحل للمراة ان تصوم وزوجها شاهد الا باذ نه ولاتاذن فی بیته الا باذنه وما انفقت من نفقة من غیر امره فانه یودی الیه شطره (کتاب النکاح بخاری شریف)

" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیوی کیلئے حلال نہیں ہے کہ وہ شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے دے، وہ شوہر کے حکم کے بغیر جو کچھ خرچ کرتی ہے اس کا

آدھا اجراس کے شوہر کو ملے گا‘‘

اس حدیث میں جو پہلا حق بیان کیا گیا ہے وہ نفل روزے سے متعلق ہے ورنہ فرض روزوں کیلئے شوہر کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے، اور دوسرے حق کی وضاحت یہ ہے کہ جن مردوں یا عورتوں کے اس کے گھر میں آنے سے شوہر ناراض ہوتا ہے ان مردوں یا عورتوں کو گھر میں آنے نہ دے، اجنبی مردوں کے آنے کی وجہ سے شوہر کا ناراض ہونا فطری اور طبعی ہے، اور یہ آدمی کے باغیرت ہونے کی علامت بھی ہے، بعض مرتبہ عورتوں کا آنا جانا بھی عورت کے اخلاق پر اثر ڈالتا ہے اس لئے اگر شوہر عورتوں کے آنے جانے پر بھی ناراض ہو تو بیوی کو چاہئے کہ وہ اس کی پابند رہے۔

اور تیسرے حق کے بارے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس حدیث میں یہ جو کہا گیا ہے کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں جو صدقہ خیرات کرے گی اس کا آدھا ثواب بیوی کو اور آدھا ثواب شوہر کو ملے گا، یہ اس صورت میں ہے جب کہ بیوی فقیروں محتاجوں کو کھانے پینے یا پہننے کی معمولی مقدار دے یا پڑوسیوں، رشتہ دراوں اور سہیلیوں کو ایسی کوئی چیز تحفہ میں دے جس سے اس کی معاشیت پر اثر نہ پڑے اور اگر اس کی اطلاع شوہر کو ہو تو اس سے وہ ناراض بھی نہ ہو۔

صدقہ خیرات کرنے میں یا تحفے تحائف دینے میں بیوی کو ایسی روش اختیار نہیں کرنی چاہیے جس سے گھر کی معاشیت پر اثر پڑنے لگے اور آمدنی وخرچ کا توازن ہی بگڑ جائے اور اس کی یہ سخاوت شوہر کیلئے باعث حوصلہ شکنی بن جائے۔

بیوی ہو تو ایسی ہو

ایک بااخلاق، نیک سیرت بیوی کے اندر تین صفتوں کا ہونا ضروری ہے، ایک تو یہ کہ شوہر جب بھی اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے، یعنی بیوی کا انداز اتنا دلفریب، شیریں اور پر لطف ہو کہ جب بھی شوہر کی نظر بیوی پر پڑے تو وہ خوش ہو جائے اور دوسری صفت یہ ہے کہ جب بھی

شوہراس کوکسی کام کاحکم دے تو بغیرکسی اکتاہٹ یاناگواری کے اظہار کے فوراً اس کے حکم کی تعمیل کرلے،شوہر کے ذوق اور پسند کے مطابق گھر کانظام سنبھالے۔

اور تیسری صفت یہ ہونی چاہیے کہ شوہر کے مال کی حفاظت کرے، بے دریغ خرچ نہ کرے،شوہر کی مرضی کوملحوظ رکھتے ہوئے اس کے مال کوخرچ کرے اوراپنی عفت وعصمت کی حفاظت اس طرح کرے جس طرح کہ شوہر چاہتا ہے۔

حضور ﷺ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ کون سی بیوی بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا شوہر جب اس کو دیکھے تو وہ اسے خوش کردے، جب وہ اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے اس کے مال اور اپنی عصمت کے معاملہ میں وہ ایسا رویہ اختیار نہ کرے جو شوہر کو ناگوار ہو۔ (کتاب النکاح نسائی)۔

عورت کیلئے مختصر نصاب

اسلام نے مردوں کا نصاب عورتوں کے نصاب کے مقابلہ میں زیادہ رکھا ہے، مردوں پر جہادفرض ہے جب کہ عورت پر جہادفرض نہیں، مردوں پرنماز جمعہ فرض اورعیدین واجب ہے جب کہ عورت پرنہ جمعہ واجب ہے نہ دعیدین کی نماز، مردوں پر بیماروں کی عیادت واجب ہے جب کہ عورتیں اس فریضہ سے بھی سبکدوش ہیں، مردوں پرنماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے جب کہ عورتوں کواس سے بھی مستثنیٰ قراردیا گیا، یہ اوراس قسم کی اور بہت سی ذمہ داریاں ایسی ہیں جوعورتوں پرنہیں ہیں،عورتوں پران کی کمزوری کوملحوظ رکھتے ہوئے جوشرعی نصاب دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشادفرمایا:

المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهرها واحصنت فرجها واطاعت بعلها فلتدخل من اى ابواب الجنة شاءت (كتاب النكاح مشكوة)

رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا عورت جب کہ (ایام طہارت میں روزانہ) پانچ نمازیں ادا کرے اور ہرسال ماہ رمضان کے روزے رکھے، اوراپنی عصمت کی حفاظت کرے اوراپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ (قیامت کے دن) جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو

شکوک وشبہات کے مضر اثرات

میاں بیوی کے درمیان جو ازدواجی رشتہ قائم ہے اس کی بنیاد پیار ومحبت ہے، پیار ومحبت کی بقاء کی فکر دونوں کو یکساں ہونی چاہیے اور عملی طور پر دونوں کو ایسا قدم اٹھانا چاہئے جس سے پیار ومحبت میں اور استحکام پیدا ہو، جو چیزیں پیار ومحبت میں شگاف پیدا کرتی ہیں ان میں ایک شک وشبہ ہے، نہ شوہر کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کے بارے میں کوئی شک وشبہ اپنے دل میں پیدا کرلے اور اسی شک وشبہ کی بنیاد پر اس سے نفرت کرنے لگے اور لعن طعن کا سلسلہ شروع کردے، اور نہ ہی بیوی کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہر کے بارے میں کوئی شک وشبہ اپنے دل میں پیدا کرلے اور اسی شک وشبہ کی بنیاد پر وہ کوئی ایسا اقدام کر بیٹھے جو آپسی تعلقات کے بگاڑ کا ذریعہ بن جائے۔

جب تک شوہر کو اپنی بیوی کی کسی خامی کا کوئی واضح ثبوت نہیں مل جاتا اس وقت تک شوہر کو شرعاً وعرفاً کوئی حق نہیں ہے کہ بیوی کو کچھ کہے، اسی طرح بیوی کو اپنے شوہر کی کسی خامی کا کوئی واضح ثبوت نہیں مل جاتا اس وقت تک بیوی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے شوہر کو برا بھلا کہے اور دونوں کا اخلاقی فریضہ یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے اخلاق وعادات پر مطمئن ہوں اور ہر ایک کو چاہئے کہ وہ دوسرے پر اعتماد رکھے، جب شوہر کو بیوی پر اعتماد نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ اعتماد کے فقدان کی وجہ سے آپس میں تناؤ پیدا ہوگا اور زندگی کے ہر موڑ میں تلخی پیدا ہوگی، دونوں کو چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کی خوبیوں پر نظر رکھیں، کوئی کسی کے عیوب کی ٹوہ میں نہ رہے، حضور ﷺ نے ایک دوسرے کے عیوب کی ٹوہ میں رہنے سے منع فرمایا ہے، جب آدمی شکوک وشبہات کے دروازے کھول دیتا ہے تو پھر یہ دروازے بند نہیں ہوتے، رفتہ رفتہ آدمی کا مزاج ہی شکی ہوجاتا ہے، اب وہ ہر لمحہ اس بیماری میں پگھلتا رہتا ہے، شک وہ بیماری ہے جس کا علاج ناممکن نہ سہی مشکل ضرور ہے۔

آج کل ملازمت کے بہانے، روپیہ پیسہ جمع کرنے کے بہانے لوگ شادی کے بعد اپنی

بیوی کو اپنے گھر میں چھوڑ کر برسوں دوسرے ملک کو چلے جاتے ہیں اور انہیں شریعت کے احکامات کی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ کبھی یہ نہیں سوچتے کہ اتنی مدت تک بیوی کو چھوڑ کر جانے کی کیا شریعت اجازت دیتی ہے؟۔

فقہاء کرام نے لکھا کہ مرد کیلئے چار مہینہ سے زیادہ گھر سے باہر رہنا بیوی کی اجازت اور اس کی خوش دلی کے بغیر جائز نہیں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی تمام قلم رو میں یہ حکم جاری فرمادیا کہ جو مجاہدین گھر سے باہر رہتے ہیں، وہ چار ماہ سے زیادہ گھر سے باہر نہ رہیں اور اسی وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو چار چار ماہ سے کم کا سفر درپیش ہو تو اس کیلئے بیوی کی اجازت کی ضرورت نہیں، لیکن اگر چار ماہ سے زیادہ کا سفر درپیش ہو تو اس کیلئے بیوی سے اجازت لینی ضروری ہے، چاہے وہ سفر کتنا ہی بابرکت کیوں نہ ہو، حتی کہ اگر حج کا سفر ہو تو اس میں بھی اگر وہ چار ماہ کے اندر واپس آسکتا ہے تو پھر اجازت کی ضرورت نہیں، اگر نفلی طور پر وہاں زیادہ قیام کا اِرادہ ہے تو پھر اجازت لینی ضروری ہے، یہی حکم تبلیغ، دعوت اور جہاد کے سفر کا ہے، لہٰذا جب ان مبارک سفروں میں بیوی کی اجازت ضروری ہے تو پھر جو لوگ ملازمت کیلئے پیسہ کمانے کیلئے لمبے سفر کرتے ہیں ان میں تو بطریق اولی بیوی کی اجازت ضروری ہے، اگر بیوی کی اجازت کے بغیر جائیں گے تو یہ بیوی کی حق تلفی ہوگی اور شرعاً ناجائز ہوگا اور گناہ ہوگا۔

شوہر کا برسوں تک بیوی سے دور رہنا فطرت سے فرار اختیار کرنا ہے، اس مرض کی وجہ سے جو برائیاں جنم لے رہی ہیں وہ اظہر من الشّمس ہیں ان کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں ہے، شوہروں کی اس غفلت کی وجہ سے معاشرہ پر پڑنے والے مضر اثرات سے اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔

دوستی کا رشتہ

میاں بیوی کے درمیان دوستی کا رشتہ ہے اگر چہ کہ مرد عورت پر قوام ہے لیکن وہ انتظامی امور کیلئے ہے، باقی سارے معاملات میں میاں بیوی آپس میں دوست ہیں، ظاہر ہے کہ

دوست دوست کی دلجوئی اور دلداری کا لحاظ رکھتا ہے، اور دوست کے ساتھ اچھے سے اچھا سلوک کرتا ہے، دوست دوست سے ہنسی مذاق بھی کرتا ہے، میاں بیوی کے درمیان بھی یہی معاملہ ہونا چاہیئے ، دونوں ایک دوسرے کے درمیان خشک معاملہ نہیں رکھیں گے، بلکہ خوش وخرم زندگی گزاریں گے، اس سلسلہ میں ہمارے لئے نبی رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا طریقہ بہترین نمونہ ہے، آپ ﷺ اپنے ازواج مطہرات کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کرتے تھے اور اپنی بیویوں کی دلداری اور دلجوئی فرماتے ، آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو رات کے وقت یمن کی ان گیارہ عورتوں کا قصہ سنایا، جنہوں نے ایک محفل میں اپنے اپنے شوہروں کی حالتیں بیان کی تھیں، آپ ﷺ نے مزاح بھی فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت سودہؓ کے گھر میں مقیم تھے، اوران کی باری کا دن تھا، حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کیلئے ایک حلوہ پکایا اور حضرت سودہؓ کے گھر پر لائیں، اور لاکر حضور اقدس ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور حضرت سودہ بھی سامنے بیٹھی تھیں ان سے کہا کہ آپ بھی کھائیں۔ حضرت سودہؓ کو یہ بات گراں گزری کہ جب حضور اقدس ﷺ میرے گھر میں تھے اور میری باری کا دن تھا تو پھر یہ حلوہ پکا کر کیوں لائیں ؟ اس لئے حضرت سودہؓ نے انکار کردیا کہ میں نہیں کھاتی ، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ حلوہ کھاؤ اور اگرنہیں کھاؤ گی تو پھر یہ حلوہ تمہارے منہ پر مل دونگی، حضرت سودہؓ نے فرمایا کہ میں تو نہیں کھاؤں گی، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے تھوڑا سا حلوہ اُٹھا کر حضرت سودہؓ کے منہ پر مل دیا، اب حضرت سودہؓ نے حضور اقدس ﷺ سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ! انہوں نے میرے منہ پر حلوہ مل دیا ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں آیا کہ **وجزاء سيئة سيئة مثلها** یعنی کوئی شخص اگر تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تو تم بھی بدلے میں اس کے ساتھ برا سلوک کرسکتے ہو، اب اگر انہوں نے تمہارے منہ پر حلوہ مل دیا ہے تو تم بھی ان کے چہرے پر حلوہ مل دو، چنانچہ حضرت سودہؓ نے تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت عائشہؓ کے چہرے پر مل دیا، اب دونوں کے چہروں پر حلوہ ملا ہوا ہے اور یہ سب حضور اقدس ﷺ کے سامنے ہورہا ہے۔

اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی، پوچھا کون ہے؟ معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظمؓ تشریف لائے ہیں (شاید اس وقت تک پردے کے احکام نہیں آئے تھے) جب آپ نے یہ سنا کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں جلدی جا کر چہرے دھولو۔ اس لئے کہ عمر آرہے ہیں، چنانچہ دونوں نے جا کر اپنا چہرہ دھویا۔

چند دن کا مہمان

وہ عورتیں جو بیجا مطالبات کے ذریعہ اپنے شوہروں کو دق کرتی ہیں، اور اپنے نازنخروں کے ذریعہ شوہروں کو تنگ کرتی ہیں، مختلف قسم کی دھمکیوں کے ذریعہ شوہروں کو الجھن میں ڈال دیتی ہیں، اپنی ضد پر قائم رہ کر شوہروں کو پریشان کرتی ہیں، اپنے ساس، خسر وغیرہ کی نافرمانی کے ذریعہ شوہروں کو نیم پاگل بنادیتی ہیں، اپنی زبان درازی، لب کشائی اور گستاخیوں کے ذریعہ شوہر کے دماغ کو ماؤف کردیتی ہیں اور انکا دل توڑ دیتی ہیں ایسی عورتوں کو چاہیے کہ وہ اس حدیث کو غور سے پڑھیں جس سے ان کے شوہروں کی اہمیت محسوس ہوتی ہے۔

عن معاذ بن جبلؓ عن النبی ﷺ قال لا تؤذی امراة زوجهافی الدنیاالا قالت زوجة من الحورالعین لا تؤذیه قاتلك الله ! فانماهوعندك دخیل یوشك ان یفارقك الینا (ترمذی ، کتاب الرضاع باب نمبر ۱۹، حدیث نمبر/ ۱۱۷٤)

’’حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب کبھی بیوی اپنے شوہر کو کوئی تکلیف پہنچاتی ہے ۔(اس لئے کہ بسا اوقات عورت کی طبیعت سلامتی کی حامل نہیں ہوتی، اور اس کی طبیعت میں فساد اور بگاڑ ہوتا ہے، اور اس فساد اور بگاڑ کے نتیجے میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچارہی ہے) تو اس کے شوہر کی جو بیویاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت میں حوروں کی شکل میں اس کیلئے مقدر فرمائی ہیں، وہ حوریں جنت سے اس دنیاوی بیوی سے خطاب کر کے کہتی ہیں کہ‘‘

’’تو اس کو تکلیف مت پہنچا، اس لئے کہ یہ تمہارے پاس چند دن کا مہمان ہے اور قریب ہے کہ وہ تم سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے‘‘

یہ بات حضور اقدس ﷺ فساد طبیعت رکھنے والی بیوی کو متوجہ کر کے فرما رہے ہیں کہ تم اپنے شوہر کو جو تکلیف پہنچا رہی ہو، اس سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا، اس لئے کہ دنیا میں تو اس کو جو چاہو گی تکلیف پہنچا دو گی، لیکن آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا رشتہ ایسی ’’حورعین‘‘ کے ساتھ قائم فرمائیں گے، جو ان شوہروں سے اتنی محبت کرتی ہیں کہ ان کے دل کو ابھی سے اس بات کی تکلیف ہو رہی ہے کہ دنیا میں ہمارے شوہر کے ساتھ یہ کیسا تکلیف پہنچانے والا معاملہ کیا جا رہا ہے؟۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞